میری آخری کتاب

تصنیف

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

اسعد پبلیکیشنز
۱۹۹- سرکلر روڈ ۰ لاہور ۵۴۰۰۰

ناشر: اسد نیاز
مطبع: اکبر امن پرنٹرز
ایبک روڈ' لاہور

مقام اشاعت:
اسد پبلیکیشنز
۱۹۹- سرکلر روڈ ، لاہور ۵۴۰۰۰

یہ کتاب آخری کیوں؟

ملک کے سینکڑوں سینماؤں اور اندازاً ساڑھے تین سو فلمی رسالوں اور ڈائجسٹوں
کی وجہ سے قوم کا ذہن اس حد تک فلمی بن چکا ہے کہ اسے علمی اور خصوصاً اسلامی
ادب سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ پبلشرز ایسی کتابیں کیوں چھاپیں جنہیں پڑھنے والا
کوئی نہ ہو۔ مجھے اپنے پبلشرز سے بارہا ایسے جملے سننا پڑے۔

"کیا کریں ڈاکٹر صاحب! قوم بہت آگے نکل گئی ہے اور اسلام پیچھے
رہ گیا ہے۔ ان حالات میں آپ کی کتاب کون پڑھے گا۔ پھر کاغذ کے
حصول میں بھی بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ کاغذ کی منظوری دینے والے
اسلام سے یوں بھاگتے ہیں جیسا گدھا شیر سے۔ اس سے کاغذ کی بہت بڑی
مقدار فلمی رسائل کو دے دی جاتی ہے اور ہم ترستے رہتے ہیں"

پچھلے چند سالوں میں مجھے اس طرح کی باتیں اتنی مرتبہ سننا پڑیں کہ میں نے سلسلۂ
تصنیف و تخلیق کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ع دیکھ کر طرزِ تپاکِ ناشراں مل جل گیا

(غالب بہ ترمیم)

علاوہ ازیں میری عمر بھی ستر سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اور ہمت کار بھی جواب
دے رہی تھی۔ اس لیے یہی فیصلہ کیا کہ یہ میری آخری کتاب ہو گی۔

الفہرس

صفحہ

حرف اوّل

سائنسی دلائل

	صفحہ
۱۔ مطالعہ کائنات	۱۱
۲۔ آسمانوں میں توسیع	۱۸
۳۔ الشمس تجری لمستقرٍ لها	۲۲
۴۔ بقائے اصلح	۲۶
۵۔ ارتقاء	۳۲
۶۔ آغازِ آفرینش	۳۸
۷۔ زمین کا سکڑنا	۴۲
۸۔ حمل آور ہوائیں	۴۵
۹۔ سبز درخت سے آگ	۴۸

عقلی دلائل

	صفحہ
۱۰۔ قرآنِ حکیم اور علم	۵۰
۱۱۔ عبادت کی سرمستیاں	۵۹
۱۲۔ مغرب کی فری سوسائٹی	۶۶
۱۳۔ اسلام کا معاشی نظام	۸۰
۱۴۔ شراب، قرآن اور علمائے عصر	۸۸
۱۵۔ روحانیت	۹۲
۱۶۔ اسباب کا پُراسرار سلسلہ اور ملائکہ	۹۹
۱۷۔ قرآن کا معجزۂ فصاحت	۱۱۰
۱۸۔ الحکمۃ	۱۱۶
۱۹۔ حضورؐ کی سیرت اور قرآن حکیم	۱۲۲

بشارات کی شہادت

۲۰ - فرعونِ موسیٰ کی لاش ۱۲۹

۲۱ - قرآن کی ترتیب، تغیرات اور حفاظت کا وعدہ ۱۳۵

۲۲ - روم کی شکست ۱۴۲

۲۳ - وعدۂ حکومت ۱۴۴

۲۴ - ابوجہل کی تباہی ۱۴۶

۲۵ - گردن میں رسّی ۱۴۹

۲۶ - ابراہیم علیہ السلام کی منادی ۱۵۲

تاریخ کی شہادت

۲۷ - مصر پر لہو کی بارش ۱۵۵

۲۸ - طوفانِ نوحؑ ۱۶۰

۲۹ - ارض و سما کی تباہی ۱۶۶

۳۰ - کھٹملوں، جوؤں اور دیگر حشرات کا عذاب ۱۷۱

۳۱ - کائنات میں تاریکی ۱۷۵

۳۲ - دو مشرق اور دو مغرب ۱۷۹

۳۳ - بادِ صرصر سے تباہی ۱۸۲

۳۴ - آسمان سے پتھر ۱۸۵

۳۵ - آسمانی سپاہ ۱۸۸

۳۶ - منّ و سلویٰ ۱۹۲

۳۷ - آسمانی چنگھاڑ ۱۹۴

۳۸ - عادِ ارم ۱۹۸

۳۹ - منہ کے بل گرے ۲۰۱

۴۰ - صرف آلِ نوحؑ باقی ۲۰۴

حرفِ آخر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

گذشتہ پچاس برس سے میں ایسی کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہوں جن سے اسلام کے کسی پہلو پر روشنی پڑتی ہو۔ دورانِ مطالعہ جب بھی کوئی ایسا سائنسی انکشاف یا تاریخی واقعہ سامنے آتا جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں آج سے چودہ سو برس پہلے آچکا ہے تو بڑی حیرت ہوتی اور ساتھ ہی یہ خواہش بھی پیدا ہوتی کہ کاش کوئی باہمت صاحبِ قلم ان تمام انکشافات و واقعات کو یکجا کر دے۔

چونکہ ہمارے سکالرز کا علم عموماً یک پہلو ہوتا ہے۔ سائنسدان عربی نہیں جانتے اور عربی کے عالم علومِ جدیدہ سے ناآشنا ہوتے ہیں اس لیے اس طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ اور بالآخر یہ کام مجھے خود ہی کرنا پڑا۔ چونکہ میں سائنس کا باقاعدہ طالب العلم نہیں رہا۔ اور میرا مطالعہ چند سہل اور سطحی مسائل تک محدود تھا۔ اس لیے میں کتابِ مقدس کے سائنسی پہلو سے پورا انصاف نہ کر سکا۔ البتہ اتنا اطمینان ضرور ہے کہ میں نے منزل کی نشاندہی کر دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی محقق اس منزل کو یوں سر کرے کہ آنے والے علمی قافلوں کے لیے ایک نشان بن جائے۔

میں نے اب تک کیا لکھا؟

میں نے عموماً ایسے مسائل پر قلم اُٹھایا جن کی شدید ضرورت تھی۔ مثلاً:۔

۱۔ میں نے محسوس کیا کہ القفطی کی تاریخ الحکما جس میں تین سو مسلم اور ایک سو گیارہ یونانی و مصری حکماء کا ذکر ہے۔ ریفرنس کی ایک ایسی گراں بہا کتاب ہے جس کی ضرورت محققین کو بار بار محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے عربی سے اُردو میں منتقل کر کے ساتھ حواشی کا بھی اضافہ کر دیا ۔۔ اور کتاب منزل لاہور نے اسے "حکمائے عالم" کے نام سے شائع کیا۔

۲۔ اسی طرح کی ایک اور کتاب انگریزی میں تھی۔ لین پُول کی محمڈن ڈینا سٹیز جس میں ۱۱۹ حکمران خاندانوں (سلاجقہ، صفویہ، قاچاریہ، افشاریہ، عثمانیہ، سامانیہ، وغیرہ) کے سلاطین کے نام تواریخ جلوس سمیت دیے ہوئے تھے، اسے سلاطینِ اسلام کے نام سے اُردو میں منتقل کر دیا۔

۳۔ میں نے نسلِ نو کو اپنے عظیم ماضی سے متعارف کرانے کے لیے یہ کتابیں لکھیں:۔

۱۔ مؤرخینِ اسلام:۔ اس میں پانچ سو مؤرخین کے حالات ہیں۔
۲۔ فلسفیانِ اسلام:۔ جو ۱۵۰ فلسفیوں کے حالات پر مشتمل ہے۔
۳۔ یورپ پر اسلام کے احسان:۔ نام ہی مضمون کی خبر دے رہا ہے۔
۴۔ دو معجم لکھے:۔

۱۔ معجم القرآن:۔ جس میں قرآن حکیم کے تمام اعلام، اقوام اور اماکن پر محققانہ مقالات ہیں۔

۴۔ معجم البلدان۔ یعنی اسلامی بلاد کا لغات۔ یہ روم کے مشہور جغرافیہ نگار یاقوت رومی (۱۱۷۹ — ۱۲۲۹ء) کی شہرۂ آفاق کتاب معجم البلدان (دس ضخیم جلدوں میں) کی تلخیص ہے۔

۵۔ جدید تصوف پر ... کی کتاب لکھی۔

۶۔ حدیث کی مفصل تاریخ "تاریخ حدیث" پیش کی۔

۷۔ اسلامی تہذیب پر "ہماری عظیم تہذیب" لکھی۔

۸۔ اسلامی تعلیمات کو علوم نو کی روشنی میں پیش کرنے کے لیے دو قرآن و تفسیر ایمان۔ اسلام اور عصر رواں۔ الحاد مغرب اور ہم۔ عظیم کائنات کا عظیم خدا سپرد قلم کیں۔ نیز قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر اس کتاب میں چالیس سائنسی، تاریخی اور عقلی دلائل دیے۔

۹۔ دانش رومی و سعدی۔ اور دانش عرب و عجم میں کوئی آٹھ سو تاریخی و اخلاقی حکایات جمع کیں۔

۱۰۔ حرف محرمانہ میں احمدیوں اور بھائی بھائی میں شیعوں کے عقائد پر بحث کی۔

میں اپنی زندگی میں اتنا ہی کر سکتا تھا۔

دنیائے تصنیف و تخلیق کو چھوڑنے سے پہلے میں کتاب منزل کے شیخ نیاز احمد صاحب کو سلام کرتا ہوں، جنہوں نے دنیائے علم سے مجھے متعارف کرایا۔ اور میری بیس کتابیں شائع کیں۔ محکمہ اوقاف پنجاب کے علامہ محمد یوسف گورایہ، مکتبہ جدید کے جناب رشید احمد رفاعی۔ مکتبہ رشیدیہ کے مولانا عبدالرشید ارشد، انجمن ترقی اردو دہلی۔ مکتبہ کارواں۔ لاہور۔ مکتبہ البیان امرتسر۔ مکتبہ چٹان لاہور، مکتبہ اردو لاہور۔ قومی کتب خانہ لاہور۔ مکتبہ شاہکار اور بھیرہ کے پیر محمد کرم شاہ صاحب بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے میری ایک ایک کتاب شائع فرمائی۔

میری اس پچاس سالہ جدوجہد کا مقصد بندے کا رابطہ اللہ سے قائم کر کے اُسے عظیم بنانا، رازِ مسرت سے آگاہ کرنا اور اس کی تیرہ و تار راتوں میں جلوے انڈیلنا تھا۔ اگر میں کامیاب ہوا ہوں تو میرے لیے دعائے اجر فرمایئے۔ اور اگر ناکام رہا ہوں تو اسے میری کوتاہ قلمی اور ضعفِ عمل کا نتیجہ سمجھیے۔

نہ پیوستم دریں بستاں سرا دل
ز بندِ ایں و آں آزادہ رستم
چو بادِ صبح گردیدم دمے چند
گلاں را آب و رنگے دادہ رفتم

آغازِ تحریر —————— ۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء
تکمیل —————— ۲۲ مئی ۱۹۷۷ء

برقؔ کیمبلپور
۲۴ مئی ۱۹۷۷ء

———————

۱

مطالعۂ کائنات

سائنسی دلائل

نزولِ قرآن کے وقت مطالعۂ کائنات کا مقصد یا تو محض تفریح تھا کہ خوبصورت درختوں، رنگ برنگ پھولوں اور چڑیوں، گنگناتے چشموں، مسکراتی بہاروں اور جھومتی گھٹاؤں کو دیکھ کر دل بہلا لیا یا وجودِ باری پہ دلائل قائم کرنا تھا۔ قرآنِ مقدس میں کتنی ہی ایسی آیات ہیں جن میں مختلف معجزاتِ تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد پوچھا گیا ہے:-

ءَ إِلٰهٌ مَعَ اللهِ۔

(کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی ہے)

لیکن آج یہ مطالعہ قومی بقاء کی اساس بن گیا ہے۔ کتنی عظیم ہیں وہ اقوام جنہوں نے اپنی تجربہ گاہوں اور دانش گاہوں میں بیٹھ کر کائنات کو مسخر کرنے کی تدابیر سوچیں اور آج وہ ہواؤں، فضاؤں اور خلاؤں پہ حکومت کر رہی ہیں اور کس قدر پست، پسماندہ اور بے آبرو ہیں، وہ قومیں جو جہالت کی بنا پر کائنات کے خزائن، دفائن اور امتعہ سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ کتنی حیرت ہوتی ہے یہ دیکھ کر کہ اس تاریک دور میں جب کائنات کی اہمیت، قدر و قیمت اور امکانات کا کہیں ہلکا سا احساس بھی موجود نہ تھا۔ قرآن نے ۷۵۶ آیات میں کائنات کی طرف متوجہ کیا اور ساتھ ہی دھمکایا۔

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ وَّ اَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (اعراف ۱۸۵)

(کیا ان لوگوں نے ارض وسما کی بادشاہت اور خدائی تخلیق پر کبھی غور نہیں کیا اور نہ اس بات پر کہ شاید ان کی موت قریب آگئی ہو؟)

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ - (یوسف - ۱۰۵)

(زمین و آسمان میں کتنی ہی ایسی آیات (معجزات - اسباق) ہیں جن سے وہ غافلوں کی طرح گزر جاتے ہیں)۔

کیا کوئی شخص کسی ایسی بات کی دعوت دے سکتا ہے جس کی اہمیت کا انکشاف بارہ سو سال بعد ہونا ہو؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آسمانی دانش، فراست اور نظر کارفرما تھی۔ قرآن نے اس دعوت کے لیے کہیں اُنظُرْ - اُنظُرُوْا - فَلْيَنظُرْ اور نَظَرَ کے دیگر مشتقات سے کام لیا ہے۔ کہیں رَأَىٰ، بَصَرَ اور ان کے مشتقات کو استعمال کیا ہے۔

قرآن میں نَظَرَ کے مشتقات کی تعداد	۱۲۱
" بَصَرَ " " "	۱۴۹
اور " رَأَىٰ " " "	۳۰۶ ہے
میزان	۵۷۶

چند آیات ملاحظہ ہوں:-

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ (العنکبوت - ۲۰)

(اے رسول! اپنے پیروؤں کو کہیے کہ وہ زمین میں گھوم پھر کر آغاز آفرینش کا کھوج لگائیں)

ایک مقام پہ اللہ تعالیٰ نے انگوروں اور اناروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:-

اُنظُرُوْا إِلَىٰ ثَمَرِهٖ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ (انعام - ۹۹)

(ان درختوں کے ساتھ پھل لگنے اور پھر پکنے کے مراحل کا مطالعہ کرو)

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۔ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۔ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۔ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۔ (غاشیہ - ۱۷-۲۰)

(کیا وہ ان باتوں پر غور نہیں کرتے کہ اونٹ کی تخلیق کیسے ہوئی! آسمان کس طرح تعمیر ہوا ؟ پہاڑ کیوں کر نصب ہوئے ؟ اور زمین کیسے بچھائی گئی ؟)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی یا حکیم نے مطالعہ فطرت کی طرف اس زور سے توجہ دلائی تھی؟ کسی نے کہا تھا کہ اس مطالعہ سے اعراض کا نتیجہ موت ہوگا؟ مظاہر فطرت کو کسی نے آیات وحقیقت کا درجہ دیا تھا؟

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (عنکبوت - ۴۴)

(ارض وسماء کی تخلیق ایک حقیقت ہے - اور یہ اہل ایمان کے لیے ایک سبق یا آیت ہے)۔

ایک مقام پر سورج اور چاند کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:-

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۔ (یونس - ۵)

(اللہ کی تخلیق مبنی بر حقیقت ہے - وہ اہل علم کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے)۔

دنیا کے تمام علوم مثلاً فزکس، کیمسٹری، زوآلوجی، بیالوجی، باٹونی، جیالوجی، جرِ ثقیل، اسٹرالوجی، انجینئرنگ، میڈیسن، علم تشریح، جغرافیہ، جیومیٹری وغیرہ

مطالعہ کائنات کا نتیجہ ہیں۔ اللہ نے کس کس انداز سے اس کی ترغیب دی چند آیات ملاحظہ ہوں:۔

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ۔ (یونس - ۶)

(شب و روز کے گھٹنے بڑھنے اور ارض و سماء کی تخلیقات میں خدا سے ڈرنے والوں کے لیے کچھ اسباق موجود ہیں)

کائنات کا مطالعہ کرنے والوں کو اللہ نے کہیں متقی، کہیں صاحب ایمان و یقین، کہیں ارباب فکر و دانش اور کہیں عالم و حکیم کہا ہے۔ قرآن مقدس کے تقریباً ہر صفحے پر اس نوع کی آیات ملتی ہیں:۔

...... اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ (یہ ارباب عقل کے لیے اسباق ہیں)

...... اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۔ (یہ ارباب یقین " " ")

...... لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔ (یہ اہل علم " " ")

...... لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ (یہ اہل ایمان " " ")

...... لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (یہ سوچنے والوں " " ")

...... لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ۔ (عبرت حاصل کرنے والوں کے " " ")

قرآن میں آیت کا لفظ ۸۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور آیات کا ۲۰۹ مرتبہ۔ اندازہ یہ ہے کہ تقریباً تین سو بار یہ الفاظ مظاہر تخلیق کے لیے استعمال ہوئے ہیں اور ان لوگوں کو ارباب عقل و خرد کہا گیا ہے جو کائنات میں غور کرنے کے بعد اللہ کی لرزہ فگن دانش کے سامنے سر بسجود ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج۔

(آل عمران - ۱۹۰-۱۹۱)

(ارض و سماء کی تخلیق اور لیل و نہار کے اختلاف میں ان ارباب عقل کے لیے کچھ اسباق ہیں، جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے اللہ کو یاد کرتے اور ارض و سماء کی تخلیقات میں غور کرنے کے بعد اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ تو نے کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی۔)

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ٥ (رعد - ۴)

(زمین میں پاس پاس مختلف اشجار کے قطعات ہیں۔ نیز انگوروں کے باغ، کھیتیاں اور ایسی کھجوریں جو ایک ہی جڑ سے یا مختلف جڑوں سے نکلی ہیں، انہیں ایک ہی پانی دیا جاتا ہے لیکن ان کے ذائقے الگ الگ ہیں۔ ان مظاہر میں عقل والوں کے لیے کچھ اسباق و اشارات پنہاں ہیں۔)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ٥ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(شعراء - ۷، ۸)

(کیا وہ زمین کو دیکھتے نہیں کہ ہم نے اس میں نباتات کے کتنے ہی حسین جوڑے (نر، مادہ) اگائے ہیں۔ ان میں کچھ اسباق بھی ہیں۔ لیکن بیشتر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اس لیے ایمان

نہیں لائے)

قرآن بار بار کہتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز تمہارے لیے ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (بقرہ - ۲۹)

(زمین میں سب کچھ اللہ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے)

سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس سب کچھ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں؟ کیا ہم زمین کے دفائن و خزائن کے مالک بن چکے ہیں؟ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کائناتی علم کی ضرورت ہے جس سے ملت اسلامیہ ابھی تک محروم ہے۔ اللہ نے ہمیں ایسی قوتیں دی تھیں جن سے ہم کائنات کو مسخر کر سکتے تھے۔ لیکن کم علمی کی وجہ سے ہم ان سے کام نہ لے سکے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (الجاثیہ - ۱۳)

(اللہ نے زمین و آسمان کی ہر چیز تمہاری غلامی میں دے دی ہے اور سوچنے والوں کے لیے کائنات میں کتنے ہی اسباق و اشارات موجود ہیں)

ماہرین ارض کہتے ہیں کہ ہزاروں سال پہلے زلزلوں کی وجہ سے سبز جنگلات زمین میں دب گئے تھے۔ زمین کے دباؤ اور دیگر کیمیائی تغیرات سے وہ پہلے سیاہ رنگ کی گوند اور پھر کوئلہ بن گئے۔ اور آج ہم زمین سے وہی کوئلہ نکال کر جلا رہے ہیں۔ آیت ذیل اسی حقیقت کو بیان کرتی ہے۔

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۔ (یٰس - ۸۰)

(اللہ نے سرسبز درختوں سے آگ (کوئلہ) کا سامان کیا اور جلد تم اسے جلاؤ گے)

اور آج ہم کوئلہ سے سینکڑوں کام لے رہے ہیں۔

فولاد ہماری زندگی کا جزو بن چکا ہے۔ یہ ریلیں، یہ کاریں، یہ طیارے، یہ توپیں اور لاکھوں دیگر اشیاء فولاد کی بدولت ہیں۔ فولاد کے بغیر نہ تو آزادی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ ایک ملک کے لاکھوں کروڑوں افراد کو امن پسند، منظم اور نیک بنانے کے لیے بھی فولاد کی ضرورت ہے۔ تلوار پاس نہ ہو تو ہم مظلوم کی مدد کیسے کر سکیں گے، کج رووں کو راہِ راست پر کیسے لائیں گے؟ اور آسمانی اقدار کی حفاظت کیسے ہو گی؟

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ (الحدید - ۲۵)

(ہم نے اپنے رسولوں کو روشن آیات و تعلیمات دے کر دنیا کی طرف بھیجا۔ نیز کتاب و میزان (معیارِ خیر و شر) سے نوازا۔ تاکہ لوگوں میں عدل (توازن) پیدا ہو۔ ہم نے فولاد بھی نازل کیا جس میں بڑی ہیبت اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔ اور ہم جاننا چاہتے ہیں کہ (فولاد سے مسلح ہو کر) مستقبل میں خدا اور رسول کی مدد کون کرے گا؟)

قرآن عظیم کو فرسودہ و بے کار کہنے والو! کیا فولاد، کوئلے، تیل، سسٹم اور دیگر کائناتی خزائن کے بغیر تم زندہ رہ سکتے ہو؟ کیا اسلام کی زندگی بخش اقدار کے بغیر کوئی ادارہ تمہیں استحکام و توانائی دے سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر قرآن کو فرسودہ کہنے کا مقصد؟

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (الجاثیہ - ۲)

(یہ کتاب غالب و حکیم رب نے نازل کی ہے)

۲

آسمانوں میں توسیع

آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے آسمانوں سے متعلق ایک ایسی بات کہہ دی جو اب حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے۔ نئی دُور بینوں کی ایجاد سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا کہ ستاروں کی تعداد کیا ہے؟ ان میں کتنی مسافتیں حائل ہیں؟ کہکشائیں کتنی ہیں؟ اس اساس کے شمس و کواکب کتنے ہیں؟

دُور بین

نئی دُور بینوں کی ایجاد سے پہلے فلک بین اُصطرلاب سے کام لیتے تھے یہ ایک چھوٹی سی دُور بین تھی جو یونان[1] کے ایک منجم اپالونیس (۲۴۰ ق م) نے ایجاد کی تھی۔ وہ اس سے ستاروں کی گردشیں، مسافتیں، شب و روز کا طول ناپنے اور کواکب کا مقام متعین کرنے کا کام لیتا تھا۔ مسلمانوں[2] میں اس کا استعمال چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا۔ مسلمانوں کی وساطت سے یہ یورپ میں پہنچا اور سب سے پہلے اسے پوپ سِلوسٹر (۹۴۰ — ۱۰۰۳ء) نے استعمال کیا۔

عصرِ رواں میں پہلی جدید دُور بین[3] ہالینڈ کے ایک منجم (Jan Lippershey) نے بنائی۔ ۱۶۰۲ء میں اسحاق نیوٹن (۱۶۴۲ — ۱۷۲۷ء) نے بھی ایک دُور بین تیار کی۔

---

[1] برطانیکا۔ جلد ۲ ص ۵۷۴

[2] دائرۃ المعارف الاسلامیہ لاہور۔ ۱۹۶۴ء۔ جلد ۲ ص ۶۲۶

[3] کامپلٹن انسائیکلوپیڈیا۔ شکاگو ۱۹۵۶ء۔ جلد ۱۴ ص ۴۶

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ انگلستان کے افق سے ایک نیا ستارہ ابھرا۔ نام تھا سر فریڈرک ولیم ہرشل (۱۷۳۸ء — ۱۸۲۲ء) اس نے یکے بعد دیگرے کئی دوربینیں تیار کیں۔ بیسویں صدی میں یہ فن کمال کو پہنچ گیا۔ امریکی شعبۂ فلک شناسی نے کوہ ولسن پر ایک سو انچ شیشے والی دوربین نصب کی۔ ۱۹۴۷ء میں کیلیفورنیا یونیورسٹی نے کوہ پیلومر (Palomar) پر ایک ایسی دوربین نصب کی جس کے شیشے کا قطر دو سو انچ تھا۔ اس سے آسمانوں کی لامحدود وسعتیں نظر کے سامنے آگئیں۔ اور انسان نے وہ کچھ دیکھا جو اب تک چشم آدم سے پنہاں تھا۔

انسان نے دیکھا کہ:۔

ا۔ ہماری کہکشاں کا قطر ایک لاکھ نوری سال ہے۔ سورج اس کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ مرکز کہکشاں سے تیس ہزار نوری سال دور سورج اپنے مرکز کے گرد ۱۵۰ میل فی سیکنڈ، ۹ ہزار میل فی منٹ اور پانچ لاکھ چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہا ہے۔

ب۔ ہماری کہکشاں کے علاوہ ایک ارب کہکشائیں اور بھی ہیں۔ ان میں سے سورج کے قریب ترین دس لاکھ نوری سال کی مسافت پر واقع ہے اور بعید ترین ۱۵ کروڑ نوری سال کی مسافت پر۔

ے فرانسیس بیسن، (Great Design) یو۔ ایس۔ اے ۱۹۶۲ء

عنوان:۔ Behold the stars.

ے روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔ حساب کر کے بتائیے کہ وہ ایک دن میں کتنا سفر کرے گی اور ایک سال میں کہاں تک پہنچے گی؟ یہ ہو گا ایک نوری سال۔

ے Kenneth Baily چلڈرن انسائیکلوپیڈیا۔ لندن ۱۹۶۵ء

ج - ہر کہکشاں میں ایک کھرب ستارے ہیں۔

د - ہماری کہکشاں سے قریب ترین کہکشاں ۲۰ لاکھ نوری سال کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تمام کہکشائیں بڑی دوربین سے نظر آتی ہیں۔ ہم اپنی آنکھ سے صرف چار کہکشائیں دیکھ سکتے ہیں۔

ہ - ہماری کہکشاں انیس دیگر کہکشاؤں کے ساتھ مل کر ایک گروپ بناتی ہے اس گروپ کا قطر پچاس لاکھ نوری سال ہے۔

و - یہ تمام کہکشائیں ہم سے نیز ایک دوسرے سے دور جا رہی ہیں اور کائنات میں زبردست توسیع ہو رہی ہے۔ فلک شناسوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ:

All the galaxies are racing away from us and from each other ... this suggests that the whole universe is expanding

(تمام کہکشائیں ہم سے نیز ایک دوسرے سے فرار بھاگ رہی ہیں........ معلوم ہوتا ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے)

یہ بھی معلوم ہوا کہ بعید ترین کہکشاں ۱۴۴۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کر رہی ہے۔ جب کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہٹ جاتی ہیں تو خالی جگہ میں نئی کہکشائیں بن جاتی ہیں۔

حیرت انگیز کتنی حیرت انگیز ہے یہ حقیقت کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب عربوں کے پاس فلک بینی کا کوئی آلہ موجود نہ تھا۔ قرآن نے ایک

ASK ME WHY لندن ۱۹۶۹ء ص ۹۶-۱۱۱

؎ چلڈرن انسائیکلوپیڈیا۔ لندن ۱۹۶۵ء - ص ۱۲۳-

ایسی بات کہہ دی جس کا انکشاف ۱۹۲۹ء کے بعد کرو ہیلومر کی دوربین نے کیا یعنی کہ یہ کائنات پھیل رہی ہے۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۔

(الذاریات ۔ ۴۷)

(ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے)

قرآن کے وحی ہونے پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

۳

اَلشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا

فلک شناس نامعلوم زمانوں سے آسمان کے مشاہدہ میں مصروف ہیں۔ تمام قدیم و مہذب اقوام مثلاً یونانیوں، مصریوں، سمیریوں، بابلیوں اور چینیوں کے ہاں اجرامِ فلکی کے متعلق کافی مواد ملتا ہے۔ مسیح علیہ السلام سے تقریباً چھ سو برس پہلے یونان کے ایک فلسفی تھیلز[1] (Thales.) ۶۴۰ - ۵۵۰ ق م) نے زمین کو گول اور نورِ قمر کو مستعار قرار دیا تھا۔ اس نے ۵۸۴ ق م والے سورج گرہن کے متعلق صحیح پیش گوئی کی تھی۔ فیثاغورث (۵۸۲ — ۵۰۶ ق م) نے کہا تھا کہ زہرہ و مریخ سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اسکندریہ کے ارسطارکس (Aristarchus.) نے تیسری صدی ق م میں سورج، چاند اور زمین کا نصف قطر معلوم کیا اور اُسے گمان گذرا کہ غالباً سورج ساکن ہے اور زمین دیگر ستاروں سمیت سورج کے گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ یونان کے ایک اور منجم ہپارکس (Hiparchus.)

---

[1] تھیلز یونان کی ایک بستی ملیٹس (Miletus) میں پیدا ہوا تھا۔ یہ یونان کے سات عظیم فلاسفر میں سے ایک تھا۔ یہ پانی کو مدارِ حیات و کائنات قرار دیتا تھا۔ یہ فلک شناس بھی تھا۔ (اسٹینڈرڈ۔ ص ۱۲۰۹)

[2] البرشٹ ان سولڈ (Albrecht unsold.) کی کتاب (The New Cosmos) (انگریزی ترجمہ نیویارک ۱۹۶۹ء ص ۱-۳)

۱۵۰ ق م) نے فلک بینی کے آلات کو زیادہ مؤثر بنایا اور ستاروں کی ایک ایسی فہرست تیار کی جو سولہویں صدی تک صحیح سمجھی جاتی رہی۔ ۱۵۰ میلادی میں بطلیموس[1] کا نظامِ شمسی سامنے آیا۔ اس نے زمین کو کائنات کا مرکز قرار دے کر سورج اور دیگر ستاروں کو اس کے گرد گھما دیا۔ تمام مسلم، یہودی اور عیسائی منجم پندرھویں صدی تک اسی نظام کے قائل رہے۔

پندرھویں صدی میں پولینڈ کے ایک منجم نکولس کاپرنیکس Nicholas Copernicus (۱۴۷۳ — ۱۵۴۳ء) نے یہ اعلان کر کے کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ دنیائے علم میں ایک زلزلہ سا ڈال دیا۔ جب موت سے چند ماہ پہلے گردشِ ارض کے متعلق اس کی کتاب شائع ہوئی تو پوپ نے جو ہر نئے انکشاف کا دشمن تھا اُسے کافر قرار دیا اور اس کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیے، لیکن اس وقت تک کاپرنیکس مر چکا تھا۔ جب جرمنی کے مشہور ہیئت دان جے کیپلر Kepler (۱۵۷۱ء — ۱۶۳۰ء) نے اپنی کتاب "خلاصۂ نظامِ کاپرنیکی" میں کاپرنیکس کی تائید کی تو کلیسا نے اس کی کتاب ضبط کر لی۔[2]
ان دونوں کے نظریات میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ کاپرنیکس سورج کو غیر متحرک سمجھتا تھا، اور کسی نوع کی حرکت کا قائل نہیں تھا۔ لیکن کیپلر کی رائے یہ تھی کہ سورج اپنے

---

[1] بطلیموس، ۱۲۰ء سے ۱۵۱ء تک اسکندریہ میں کام کرتا رہا۔ یہ بہت بڑا منجم تھا۔ اس نے سورج اور ستاروں کی گردش پر تیرہ جلدوں میں ایک کتاب لکھی تھی جو عربوں کے ہاں المجسطی کے نام سے مشہور ہے۔ (سٹینڈرڈ۔ ص ۱۰۲۵)۔
[2] ڈاکٹر ڈریپر؛ معرکۂ مذہب و سائنس۔ اردو ترجمہ۔ از مولانا ظفر علی خان طبع اوّل ص ۲۳۲
[3] ” ” ” ” ” ” ” ” ص ۲۱۹۔

محور پر گھوم رہا ہے۔

جب کاپرنیکس کے انکشاف کو دنیا نے ایک حقیقت سمجھ لیا تو دنیا ئے اسلام میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ قرآن مقدس سورج کو متحرک قرار دیتا ہے۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ - (یٰس - ۳۸)

(سورج اپنی منزل کی طرف محو سفر ہے۔ غالب و صاحب علم رب کی تقدیر (تدبیر۔ فیصلہ) یہی ہے)۔

چونکہ اس وقت مسلمانوں کے پاس نہ علم تھا، نہ رصدگاہیں اور نہ فلک بین دوربینیں۔ اس لیے وہ یورپ کے علمی انکشافات و نتائج کی تردید نہ کر سکے۔ آخر قرآن کی حفاظت کرنے والے رب نے قرآن کی تائید کا انتظام خود ہی کیا۔ اور یورپ میں ایسے منجم پیدا کر دیے جنہوں نے سالہا سال کے مشاہدہ و مطالعہ کے بعد پورے وثوق سے اعلان کیا کہ سورج کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے۔ ان میں سر فہرست سر فریڈرک ولیم ہرشل (Herschel ۱۷۳۸ء — ۱۸۲۲ء) تھا۔ اس کا قول ہے:

The sun is travelling through space.

(سورج خلاء میں سفر کر رہا ہے)۔

(الیف۔ جیمن۔ گریٹ ڈیزائن۔ یو۔ ایس۔ اے۔ ۱۹۶۲ء، ص ۲۴)

سورج کی منزل کونسی ہے؟ اس کی وضاحت نہ ہرشل نے کی نہ قرآن مجید نے۔ سورج کی رفتار کیا ہے؟ اس سوال کے کئی جواب ملتے ہیں۔ کیلیفورنیا کی ایک رصدگاہ کے ڈائرکٹر۔ آر۔ جی۔ ایٹکین (Aitken) کا اندازہ یہ ہے کہ ہمارا نظام شمسی اپنی کہکشاں کے ساتھ ۴۴ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے (ایضاً ص ۲۴)۔

ہر کہکشاں میں دو قسم کی حرکات ہوتی ہیں۔ ایک اپنے مرکز کے گرد (محوری) دوسری کسی منزل کی طرف۔ (ایضاً ص ۲۸)

ایک منجم کہتا ہے کہ سورج میں بھی دو قسم کی حرکات پائی جاتی ہیں ...... ایک کہکشاں کے ہمراہ خلاء میں ...... اور دوسری مرکز کہکشاں کے گرد۔ سورج اس مرکز سے تیس ہزار نوری سال کی مسافت پر واقع ہے اور ایک چکر ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ سال میں پورا کرتا ہے۔ ایک[1] اور منجم[2] نے خلاء میں سورج کی رفتار ۱۵۰ میل فی سیکنڈ، نو ہزار میل فی منٹ اور پانچ لاکھ چالیس ہزار میل فی گھنٹہ بتائی ہے۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ نے یہ حقیقت کہ سورج گردش میں ہے، دانایانِ مغرب سے کس طرح منوالی۔ کیا اب بھی اس کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک باقی ہے؟

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(السجدہ - ۲)

(اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن ربِ کائنات کی تنزیل ہے)

---

[1] Kenneth Bailey — Children Encyclopedia — لنڈن ۱۹۶۵ء، ص ۱۲۲

[2] جافرے ہائل Geoffry Hoyle — Ask me Why — لنڈن ۱۹۶۹ء، ص ۱۰۱

۴

بقائے اصلح

یورپ کے عجائب گھروں میں بعض ایسے مہیب جانوروں کے ڈھانچے رکھے ہیں جو اب دنیا میں کہیں موجود نہیں۔ بعض فاسلز (متحجر حیوانات) بھی اسی نوع کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے دانایانِ مغرب اس نتیجہ پہ پہنچے ہیں کہ کائنات میں انتخابِ طبیعی یا نیچرل سیلیکشن کا اصول کارفرما ہے۔ اور صرف وہی انواع باقی رہتی ہیں جو نافع، مفید اور صلاحیتِ حیات سے آراستہ ہوں۔ انتخابِ طبیعی کا معروف نام نظریۂ بقائے اصلح ہے۔ جس کا سب سے بڑا شارح ڈارون (۱۸۰۹ء — ۱۸۸۲ء) تھا۔ یہ کہتا ہے کہ جنگاہِ حیات میں شیر بکری کو۔۔۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اور طاقتور اقوام کمزوروں کو ہڑپ کر رہی ہیں اور اس پیکارِ موت و حیات میں وہی اشیا زندہ رہ سکتی ہیں جو زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ اس کشمکش کو اس نے جہادِ لبقاء (Survival of the Fittest) کا نام دیا تھا۔ یہی فلسفہ تھا مالتھس[1] دا بر

---

[1] (Thomas Robert Malthus) ۱۷۶۶ — ۱۸۳۴ء)

ایک انگریز ماہر اقتصادیات، جس کی دو کتابیں بہت مشہور ہیں۔

اوّل: (Essay on the Principal of Population) ۔ ۱۷۹۸ء

دوم: (Principales of Political Economy) ۔ ۱۸۲۰ء

سٹینڈرڈ۔ ص ۸۴۶

ملتھوس سے لیا تھا۔ ملتھوس نے جب دیکھا کہ آبادی بڑھ رہی ہے اور غذا کم ہو رہی ہے تو اس نے ۱۷۹۸ء میں آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے چند تجاویز اپنی کتاب ..... "دی پرنسپل آف پاپولیشن" ..... میں پیش کیں اور کہا کہ نوع انسان ایک ایسی جنگ میں الجھی ہوتی ہے جسے جہادِ غذا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

(Struggle for subsistance)

ڈاروِن نے اس میں ذرا سی تبدیلی کر کے اسے

(Struggle for Existence)

بنا لیا۔

ملتھوس کی کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسے لاکھوں انسانوں نے پڑھا ان میں ڈاروِن اور الفریڈ رَسّل ویلس بھی شامل تھے۔ یہ دونوں ہم عمر بھی تھے، اور دوست بھی۔ ڈاروِن نے ۱۸۴۲ء میں بقائے اصلح پر تیس صفحات کا ایک مضمون لکھا جو دو سال بعد ۲۳۰ صفحات کی ایک کتاب بن گیا۔ ۱۸۵۸ء میں رسّل نے جوان دنوں ملایا میں تھا انتخابِ طبیعی پر ایک مضمون

On the tendency of Varities to depart indefinitely from the original type.

کے عنوان سے لکھا۔ اور ڈاروِن کو تنقید کے لیے بھیجا۔ ڈاروِن کو اپنے نظریہ کی تائید مل گئی۔ اور اس نے تین سال بعد (On the origin of species)

کے نام سے ایک ایسی کتاب لکھ ڈالی جس نے دُنیائے علم میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ ساتھ ہی اس پر شدید تنقید ہونے لگی۔ جب ۱۸۸۱ء میں ڈاروِن کی ایک اور کتاب

۱؎ دی امریکن آف لائف۔ بمبئی طبع اوّل ص ۸

۲؎ " " " " " " ص ۱۲

(Descent of Man) شائع ہوئی تو تنقید تلخ تر ہو گئی۔ اس امکان کو کہ شاید حالات و ماحول کی تبدیلی سے خرگوش شتر مرغ بن جائے اور شتر مرغ بھیڑ۔ اہلِ علم تسلیم کرتے تھے۔ لیکن یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ سلسلۂ ارتقاء میں انسان پہلے بندر تھا۔

۱۸۶۰ء میں ارتقاء کے قائلین و منکرین کا ایک اجتماع آکسفورڈ میں ہوا۔ جب آکسفورڈ کے لارڈ بشپ، ڈاکٹر سموئل ولبر فورس نے ڈارون کے ایک عقیدت مند ہنری ہکسلے (۱۸۲۵ء۔ ۱۸۹۵ء) سے پوچھا کہ کیا تمہارے آباؤ اجداد بندر تھے تو اس نے کہا بندر کی اولاد ہونے پر مجھے عار نہیں۔ لیکن اگر میرے اجداد میں کوئی ایسا انسان نکل آیا جسے حقیقت سے چڑ ہو تو میرا سر احساسِ ندامت سے جھک جائے گا۔

انہی دنوں سکاٹ لینڈ کے ایک پروفیسر ہنری ڈرمنڈ (۱۸۵۱ء — ۱۸۹۷ء) نے ڈارون کی (Descent of Man) کے جواب میں (Ascent of Man) لکھی۔ یہ علمی ہنگامہ دیر تک گرم رہا۔ انہی دنوں جب ایک پادری نے اپنے سرمن (خطبے) میں انسان کو گوریلے کی اولاد قرار دیا تو دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی اور اب بھی

۱؎ دی مربیکل آف لائف۔ ص۱۵۱

۲؎ تھامس ہنری ہکسلے ایک انگریز سائنس دان تھا جو ۱۸۵۴ء میں پروفیسر مقرر ہوا۔ اس نے حیوانی زندگی اور ارتقاء پر کئی کتابیں لکھیں (سٹینڈرڈ۔ ص ۶۲۸)

۳؎ (Henry Drummond) سکاٹ لینڈ کا سائنس دان تھا۔ پہلے پادری تھا۔ پھر ۱۸۷۷ء میں گلاسگو کے ایک کالج میں پروفیسر لگ گیا۔ اس نے سائنس اور مذہب کے تصادم کو ختم کرنے کے لیے "نیچرل لا ان دی سپرچوئل ورلڈ" اور بعد میں کئی دیگر کتابیں لکھیں۔ (سٹینڈرڈ۔ ص ۴۰۸)

کبھی کبھی اس کے "گوریلا سرین" کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔

سر رچرڈ اوون[له] (Owen) فنا شدہ انواعِ حیات پر سب سے بڑی اتھارٹی ہیں۔ آپ نے ان جانوروں کے فنا ہو جانے کے کئی اسباب بتائے ہیں مثلاً:

ا۔ قلتِ باراں کی وجہ سے غذا ناپید ہو گئی تھی۔ پانی سوکھ گئے تھے اور زمانۂ قبل از تاریخ کے بڑے بڑے ہاتھی، گینڈے، گھوڑے، نہنگ اور بھینسے مر گئے۔

ب۔ موسم کی تبدیلی سے بعض انواع ہلاک ہو گئیں۔

ج۔ بعض کو شکاریوں نے ختم کر دیا۔

د۔ بعض انواع زلزلوں اور سیلابوں سے تباہ ہو گئی تھیں۔ وسطی ایشیا کی کھدائیوں میں کئی بڑے بڑے —— قبل از تاریخ —— جانوروں کے پنجر ایک ہی جگہ سے ملے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رات کو ایک جگہ آرام کر رہے ہوں گے کہ زلزلے سے زمین میں دب گئے۔

ہ۔ کچھ انواع برف باری سے تباہ ہو گئیں۔ ان کے پنجر آج یورپ کے عجائب خانوں کی زینت ہیں۔

قرآن اور بقائے اصلح

قرآن مقدس میں اس موضوع پر متعدد اشارات ملتے ہیں۔ اور چند آیتیں بالکل

[له] سر رچرڈ اوون (۱۸۰۴ — ۱۸۹۲ء) لنکاسٹر (برطانیہ) کے رہنے والے تھے اور ایک ایسے عجائب گھر کے بانی، جس میں فنا شدہ جانوروں کے ڈھانچے اور دیگر آثار تھے۔ ساری عمر اسی نوع کی تحقیق میں بسر کی۔ سٹینڈرڈ۔ ص ۹۲۴۔

واضح ہیں۔ اوّل یہ:-

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝ (رعد - ۱۷)

(لیکن جو چیز لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے اللہ اسی طرح کا حقائق بیان کرتا ہے)۔

کہتے ہیں کہ گدھا سلسلۂ ارتقاء و تخلیق میں بہت پہلے نمودار ہوا تھا۔ اُس وقت بڑے بڑے ہاتھی، بھینسے اور گھوڑے بھی موجود تھے۔ وہ سب ناپید ہوگئے۔ لیکن گدھا اب تک باقی ہے۔ کیونکہ یہ بہت مفید ہے۔ یہ لوگوں کے بوجھ اُٹھاتا ہے اور بہت سوں کے لیے وسیلۂ روزگار ہے۔

دوم:- انسانوں میں صلاحیت حیات، توانائی اور عظمت اُن اعمال سے پیدا ہوتی ہے جن کی تفصیل قرآن نے دی ہے۔ یعنی علم، عبادت، صداقت، دیانت، محبت، خدمت، عدل اور گناہ سے نفرت۔ سچائی قوت ہے اور جھوٹ ضعف۔ اسی طرح عدل، دیانت اور عبادت قوت ہیں اور ناانصافی خیانت اور عبادت سے فرار ضعف دُنیا میں وہی اقوام باقی رہتی ہیں جو اعمالِ خیر سے اپنے اندر صلاحیت حیات کرلیں۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (انبیاء - ۱۰۵)

(ہم نے زبور میں خیر و شر کی تفصیل کے بعد یہ بات لکھ دی تھی کہ زمین کے وارث وہی لوگ ہوں گے جو اعمالِ صالحہ سے اپنے اندر صلاحیت حیات پیدا کرلیں گے)

اسی مضمون کو اللہ نے یوں بھی ادا کیا ہے:-

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (اعراف - ۱۲۸)

(زمین کا مالک اللہ ہے وہ جسے چاہے اس کا وارث بنا دیتا ہے لیکن انجام کار (فیصلہ) ارباب تقویٰ کے حق میں ہوتا ہے)

یورپ نظریۂ بقائے اصلح سے انیسویں صدی کے آغاز میں آشنا ہوا تھا۔ لیکن قرآن مقدس تیرہ سو سال پہلے اس کا ذکر کر چکا ہے۔ کیا اب بھی اس حقیقت میں کوئی شک ہے کہ قرآن مقدس کی آیات بینات ایسی صداقتیں ہیں جن سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ۔ (عنکبوت - ۴۸-۴۹)

(نزول قرآن سے پہلے تم نہ کوئی تحریر پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پسند تم پر شک کرتے۔ قرآن کی روشن صداقتیں ایمان بن کر اہل علم کے سینوں میں راہ پا چکی ہیں اور ان سے کوئی ظالم (جاہل) ہی انکار کر سکتا ہے)۔

۵

اِرتقاء

چارلس ڈارون (۱۸۰۹ — ۱۸۸۲) اِرتقاء کا وہ پہلا مُستند شارح ہے جس کی ساری زندگی اسی موضوع پر سوچنے اور تحقیق کرنے بسر ہوئی جب ۱۸۵۹ء میں اس کی کتاب (The Origin of Species) شائع ہوئی تو کئی علماء نے اس سے اختلاف کیا۔ لیکن آج علمی دنیا میں ارتقاء کو اس طرح ایک حقیقت سمجھا جاتا ہے جیسے طلوع و غروب آفتاب کو۔

ڈارون سے پہلے بھی ارتقاء کا دُھندلا سا تصور کئی دماغوں میں موجود تھا — ان لوگوں نے جب مرغابیوں اور طوطوں کی چھوٹی بڑی کئی قسمیں دیکھیں، پھولوں اور پھلوں میں رنگ، ہیئت اور ذائقہ کا اختلاف پایا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ تنوع حالات اور ماحول کے اختلاف کا نتیجہ ہے اور یہ اختلاف یا تغیر کائنات کی فطرت ہے۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

---

[1] ڈارون انگلستان کے ایک شہر شروزبری (Shrewsbury) میں پیدا ہوا تھا۔ ایڈنبرگ اور کیمبرج میں تعلیم مکمل کی۔ اس کی ایک اور مشہور کتاب (Descent of Man) ہے۔ اس کی وفات ۱۸۸۲ میں ہوئی۔

(سٹینڈرڈ۔ انسائیکلوپیڈیا بمبئی۔ طبع اوّل)

لفظ ارتقاء کا پہلا سراغ ایمپیڈوکلیس (Empedocles) کے افکار میں[1] ملتا ہے جو مسیح سے ساڑھے چار سو سال پہلے گذرا تھا۔ لاطینی شاعر لیوکریٹیس (Lucretius ۹۸ - ۵۵ ق م) بھی کسی حد تک ارتقاء کا قائل تھا۔ پندرھویں صدی میں اٹلی کے مشہور شاعر، آرٹسٹ اور سائنسدان لیونارڈو (Leonardo ۱۴۵۲ - ۱۵۱۹ء) نے اعلان کیا کہ فاسلز (Fossils) ان جانوروں کی داستان سنا رہے ہیں جو کبھی زندہ تھے اور اس نسل سے بہت مختلف تھے، جو آج موجود ہے۔ تین سو سال بعد فرانس کے مشہور ماہر حیوانات جی بی لیمرک (G.B. Lamarck ۱۷۴۴ - ۱۸۲۹ء) نے کہا کہ میراث یا توارث ایک زبردست قوت ہے جو اسلاف کے اعمال و عادات کو اخلاف تک پہنچاتی ہے، اور ساتھ تبدیلیاں بھی جاری رہتی ہیں۔ جب وہیل مچھلی نے پچھلی ٹانگوں سے کام لینا چھوڑ دیا تو وہ غائب ہو گئیں۔ بہت پہلے کیلے میں بیج ہوتے تھے۔ جب لوگوں نے شاخیں لگانا شروع کیں تو بیج ناپید ہو گئے۔ ڈارون لیمرک ہی کا خوشہ چیں تھا۔

شجرۂ حیات

ڈارون اور دیگر قائلینِ ارتقاء کے ہاں سب سے پہلے واحد الخلیہ جانور نمودار ہوا۔ پھر سلسلہ یوں چلا۔

واحد الخلیہ پراٹوزوآ

|

نباتات

[1] ہیرلڈ ویلر: دی مریکل آف لائف بمبئی۔ طبع اوّل۔ ص ۱۳

ریڑھ کی ہڈی بغیر رینگنے اور تیرنے والے چھوٹے جاندار

سانپ، مچھلیاں اور ریڑھ والے جانور

بڑے جنگل اور آبی جانور

پرندے

بندر اور دُودھ والے جانور

اور آخر میں انسان

قرآن اس شجرے کا قائل نہیں ہے۔ وہ انسان کو اپنا نائب قرار دیتا ہے۔ نہ کہ بندر کا بچہ۔

قرآن نے ارتقاء پر کوئی واضح بات نہیں کہی۔ البتہ چند اشارے ضرور ملتے ہیں۔ ایک آیت سے یہ گمان گزرتا ہے کہ ارتقاء کا سلسلہ بعد از مرگ بھی جاری رہیگا۔ گو اس دُنیا میں اہلِ ایمان انوار و تجلیات میں گھرے ہوئے ہوں گے۔ بایں ہمہ وہ تکمیلِ نور کی دُعائیں مانگیں گے اور یوں سلسلہ جاری رہے گا۔

نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ (تحریم-۸)

(اس دن روشنیاں اہلِ ایمان کے آگے اور دائیں جانب دوڑ

رہی ہو گی۔ بایں ہمہ وہ دعائیں مانگ رہے ہوں گے کہ اے رب ہمارے
نور کی تکمیل کر)۔

ماں کے پیٹ میں بچہ کئی مراحل سے گزرتا ہے۔ ماہرین تولید کہتے ہیں کہ جنین
دو چیزوں کے ملاپ سے تشکیل پاتا ہے۔ سپرم اور اووم۔ سپرم مرد کی طرف سے
آتا ہے اور اووم بچہ دانی کے دروازے پر منتظر ہوتا ہے۔ ملاپ کے بعد یہ آمیزہ رک
کر رحم (بچہ دانی) میں چلا جاتا ہے اور رحم نو ماہ کے لیے بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے
یہ جنین کن مراحل سے گزرتا ہے۔ خود اللہ سے سنیے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۔ ثُمَّ
جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا
فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۔ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ
ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۔ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۔

(مومنون - ۱۲ تا ۱۶)

(ہم نے شروع میں انسان کو کیچڑ (سمندری دلدل) کے جوہر
(نامیہ یا واحد الخلیہ پروٹوزوا) سے پیدا کیا تھا۔ پھر اس کی تولید کا سلسلہ
رحم مادر سے شروع کر دیا۔ پہلے نطفے کو ایک محفوظ مقام تک پہنچایا
پھر اسے منجمد خون کی شکل میں تبدیل کیا۔ پھر اسے گوشت کا لوتھڑا
بنایا۔ بعد ازاں ہڈیاں پیدا کیں۔ پھر ان پر جلد چڑھائی اور آخر
میں اسے ایک نئی صورت دے کر باہر لے آئے۔ مبارک ہے رب
کائنات کہ وہ بہترین خالق ہے۔ کچھ وقت کے بعد تم مر جاؤ گے اور

اللہ تمہیں پھر زندہ کرے گا)

جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ہ

(طٰہٰ - ۵۰)

(ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے پیدا کی اور پھر اُسے ارتقاء کی راہوں پر ڈال دیا)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ لا وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ لا وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لا لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ

(الانشقاق - ۱۶ تا ۱۹)

(شام کے وقت افق پر چھا جانے والی رنگین شفق۔ رات کے حسین مناظر اور بدر کامل بن جانے والے چاند کی قسم کہ تم منزل بمنزل اوپر کی طرف بڑھو گے)

نیز فرمایا۔

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ۔ (الانشقاق - ۶)

(اے انسان! تو اللہ کی طرف بڑھتے وقت بڑی مشکلات سے دوچار ہوگا۔ اور بالآخر اُسے پا لے گا)

اور یہ بھی:۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ لا عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ

وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (واقعہ - ۶۰-۶۱)

(ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تمہاری صورتیں بدل ڈالیں اور تمہیں ایسی ہیئت میں پیدا کریں جس سے تم اس وقت ناآشنا ہو)

علم و عبادت سے شخصیت میں اس حد تک تبدیلی آتی ہے کہ صورت تک بدل جاتی ہے۔ وسطِ افریقہ کے ایک ناتراشیدہ حبشی سے ایک مہذب، صالح اور بلند تعلیم یافتہ انسان کی شکل و صورت اتنی مختلف ہوتی ہے کہ وہ ایک علیحدہ نوع نظر آتا ہے یہ بھی ارتقاء کی ایک صورت ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝ (الاعلیٰ - ۲تا۳)

(تم اپنے ربِ عظیم کی تعریف کرو جس نے ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد پہلے اُسے سنوارا۔ پھر اس کی صلاحیتوں کا اندازہ لگانے کے بعد اُسے کمال کی راہوں پر ڈال دیا۔

۶

آغازِ آفرینش

زندگی کا آغاز کہاں، کب اور کیسے ہوا؟ انسان نامعلوم زمانوں سے اس چیستان کا حل ڈھونڈ رہا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک کسی قطعی و یقینی نتیجے تک نہیں پہنچا۔ تاہم زمین شناسوں کی اکثریت نتائج ذیل پر متفق ہے:۔

اوّل[1]:۔ کہ شروع میں ارض و سما کا ہیولیٰ ایک تھا۔ اور یہ خلا میں دھوئیں کی طرح اُڑ رہا تھا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ اس دھوئیں میں چکر چلنے لگے۔ ذرّوں نے کرّوں کی شکل اختیار کر لی۔ یہ کرّے ایک دوسرے سے دُور ہٹنے لگے اور بہت دُور جا کر اپنے محور اور کسی مرکز کے گرد گھومنا شروع کر دیا۔

دوم:۔ سَر جیمز جینز[2] (۱۸۷۷ — ۱۹۴۶ء) کہتے ہیں کہ ہماری یہ زمین کسی ستارے کی کشش سے جو سورج کے قریب سے گزرا تھا۔ سورج سے نکلی تھی۔ یہ پہلے آگ کا ایک گولا تھی۔ جب ہزاروں سال بعد اس کی سطح ٹھنڈی ہو گئی تو

---

[1] ہینڈرک فان لون:۔ نوعِ انسان کی کہانی (اردو ترجمہ) لاہور ۱۹۳۹ء ص ۲

[2] جارج گیمو:۔ سورج کی تخلیق و تباہی۔ لنڈن۔ ص ۲۲۹

[3] (Astronomy and Cosmogony, London, 1929) ص ۴۰۹

[4] نوعِ انسان کی کہانی ص ۲۔ نیز (Geoffy Hoyle) کی کتاب ASK me Why طبع لنڈن ۱۹۶۲ء ص ۱۰۵

اِردگرد کے بخارات پانی بن کر برس پڑے - اور یوں سمندر تعمیر ہوگیا۔

سوم:- جب پانی زمین کی درزوں میں داخل ہو کر بطن زمین کے اُبلتے ہوئے لاوے تک پہنچا تو اندر کے بھتر سٹیم کے زور سے باہر آکر پہاڑ بن گئے اور اس توجہ سے زمین اس طرح متوازن ہوگئی جیسے ڈولتی ہوئی کشتی میں ریت کی بوریاں یا پتھر رکھ دیے جائیں۔ نیز اندرونی عناصر کے باہر آجانے سے بیرونی سطح روئیدگی کے قابل ہوگئی۔

چہارم:- ساحلی دلدلوں پر طویل زمانے تک سورج کے چمکنے سے دلدلوں میں ایک جاندار ذرہ پیدا ہوگیا جسے ماہرین حیاتیات آٹوٹروف (Auto troph) کہتے ہیں جو ایک خلیے (Cell) سے بنا تھا۔ ایمیبا قدرے بعد کی تخلیق ہے۔ ایمیبا میں تقسیم ہونے کی صلاحیت بڑی ہے۔ یہ دو سے چار، چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ بن جاتا ہے۔

قصر حیات کی پہلی خشت یہی تھا۔

پنجم:- جب قیامت کے زلزلے سے پہاڑ اُڑ جائیں گے اور ستارے پاش پاش ہو جائیں گے تو ارض و سما کا ہیولیٰ (مادہ) پھر دھوئیں کی طرح خلا میں اُڑنے لگے گا۔

تخلیق کے سات مراحل کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ مثلاً:-

اوّل:-

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا

---

[1] نوع انسانی کی کہانی۔ ص ۲-۳

[2] پروفیسر وجاہت اشرف (An approach to Biological Science)

پہلا ایڈیشن ص ۱۱۵۔ نیز برٹانیکا جلد ۱۸۔ لنڈن۔ ص ۹۲۱۔

[3] ہیرلڈ ویلر:- (The Miracle of Life) پہلا ایڈیشن بمبئی۔ ص ۴۰-۴۱

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ط
اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ (انبیاء ۔ ۳۰)

(کیا کافر اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ آغاز میں ارض وسماء کا ہیولیٰ ایک تھا۔ پھر ہم نے اُسے الگ کیا۔ اور زندگی کا آغاز پانی سے کیا۔ کیا وہ اب بھی نہیں مانتے)

دوم:۔ خلا میں دخان (دھوئیں) کا اُڑنا۔

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ط

(حٰمٓ سجدہ ۔ ۱۱-۱۲)

(پھر اللہ نے آسمان بنانے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت آسمان (کا مواد) دھواں بن کر خلا میں اُڑ رہا تھا۔ اللہ نے ارض وسما سے کہا کہ خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے۔ اور اپنے فرائض سنبھالو۔ کہنے لگے! ہم آپ کا حکم خوشی سے بجا لائیں گے۔ پھر اللہ نے دو دن میں سات آسمان بنا ڈالے اور ہر آسمان کو اُس کا لائحہ عمل سمجھا دیا)

سوم:۔ بارشوں میں زمین میں زلزلے آنا اور زمین کا روئیدگی کے لیے تیار ہو جانا۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ط

(حٰمٓ سجدہ ۔ ۳۹)

(خدائی نشانات میں سے ایک یہ کہ زمین خاموش اور بے جان سی نظر آتی تھی۔ ہم نے اِس پر بارش برسائی تو وہ ہلنے اور پھولنے لگی)۔

چہارم :۔ زمین کو متوازن بنانے کے لیے پہاڑوں کی تعمیر :۔
وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ۔
(انبیاء - ۳۱)
(ہم نے زمین کو ہچکولوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس پر پہاڑ ڈالے)

پنجم :۔ واحد الخلیہ نامیہ (ایمبا) کا ذکر :۔
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ (زمر - ۶)
(اللہ نے تم کو ایک ایسے جاندار نامیہ سے پیدا کیا ہے جو ہر لحاظ سے ایک تھا)۔

ششم :۔ یہ نامیہ سمندر اور اس کی دلدلوں میں پیدا ہوا تھا :۔
إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ۔ (صافات - ۱۱)
(ہم نے انہیں لیسدار دلدل سے پیدا کیا)
وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ (نور - ۴۵) (اللہ نے تمام جاندار پانی سے پیدا کیے)

ہفتم :۔ زلزلہ قیامت کی وجہ سے ارض و سما پھر ذرات میں تبدیل ہو کر دھوئیں کی طرح خلا میں اڑنے لگیں گے۔
فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ ۔
(اس دن کا انتظار کرو جب خلا میں پھر دھواں نمودار ہو گا)

انصافاً فرمایئے کہ کیا آج سے چودہ سو سال پہلے کوئی شخص اس قسم کی باتیں سوچ سکتا تھا۔ اس دور میں ان مسائل کا تصور تک موجود نہ تھا۔ اس لیے یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ قرآن مقدس آسمانی کتاب ہے اور اس کی ہر بات خدا کی ہے۔
وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ (سبا - ۶)
(اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے وہ حقیقت ہے)

۷

زمین کا سکڑنا

زمین کے سلسلے میں دو سوال بڑی اہمیت رکھتے ہیں :-
اوّل :- زمین کب بنی ؟
دوم :- کیسے بنی ؟

ہزاروں سال کی تحقیق و تلاش کے باوجود حکماء کسی حتمی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے - ماہرینِ ارض کا اندازہ ہے کہ زمین کی عمر تین اور پانچ ارب سال کے درمیان ہے -[1] شمالی آئرلینڈ کے ایک آرچ بشپ جیمز اُشر[2] (Usher) (۱۵۸۱ - ۱۶۵۶ء) نے طویل تحقیق کے بعد اعلان کیا تھا کہ زمین کی تخلیق ۲۲ - اکتوبر ۴۰۰۴ ق م کو ہوئی تھی - زمین کی یہ وہی عمر ہے - جس کا ذکر تورات کے باب پیدائش میں ہے - ایک پادری خواہ وہ کتنا ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو - کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو بائبل سے متصادم ہوتی ہو - بہر حال سائنسدانوں نے اس اعلان سے اتفاق نہیں کیا - اور کہا کہ زمین کے مختلف تغیرات ، پہاڑوں کی تعمیر اور سمندروں کی تخلیق پر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سال صرف ہوئے ہیں -

اٹھارھویں صدی کے آخر میں سکاٹ لینڈ کے ایک جیالوجسٹ جیمز ہٹن[3]

---

[1] چلڈرن انسائیکلوپیڈیا - ص ۵۰
[2] ایضاً
[3] ایضاً

(James Hutton) ۱۷۲۶ — ۱۷۹۷) نے اپنی ایک کتاب (Theory of the Earth) میں زمین کی عمر کئی ملین سال بتائی ۔ چٹانوں کی ہیئت ، زمین کے قشر، سمندر میں مقدارِ نمک اور یورانیم سے ماہرین نے اندازہ لگایا کہ زمین کی عمر کم از کم ساڑھے تین ارب سال ہے ۔ رہا یہ سوال کہ زمین کیسے بنی ؟ صدیوں سے فلک شناس، ریاضی دان، جیالوجسٹ ، طبیعی اور کیمسٹ اس سوال کا حل تلاش کر رہے ہیں ۔ اور مختلف نظریات ہمارے سامنے آ گئے ہیں ۔ اُن میں سے ایک یہ کہ بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر خلا میں گرم گیسوں کا ایک گولہ سا بن گیا جو مدتوں سیال صورت میں رہا ۔ رفتہ رفتہ یہ گولہ قدرے ٹھنڈا ہو گیا اور سطح پر قشر بن گیا ۔ یہی گولہ زمین کہلاتا ہے ۔ پھر بے شمار بارشیں برسیں ۔ جب پانی زمین کی درزوں میں داخل ہو کر گرم حصوں تک پہنچا تو سٹیم کی وجہ سے بے شمار زلزلے آ گئے جن سے کہیں پہاڑ بن گئے اور کہیں لمبے چوڑے کھڈ ۔ جن میں پانی بھر گیا اور وہ سمندر کہلانے لگے ۔

سر جیمز جینز (۱۸۷۷ — ۱۹۴۶) کا خیال یہ ہے کہ آغاز میں ایک بہت بڑا ستارہ سورج کے قریب سے گزرا ۔ زورِ کشش سے سورج کا ایک ٹکڑا کٹ کر دُور خلا میں گھومنے لگا ۔ اور زمین کہلایا ۔ شروع میں زمین کا درجۂ حرارت وہی تھا جو سورج کا ہے ۔ پھر رفتہ رفتہ زمین ٹھنڈی ہونے لگی اور اب تک ہو رہی ہے ۔ جب یہ گرم تھی تو پھیلی ہوئی تھی اور اس کا حجم زیادہ تھا ۔ ٹھنڈی ہو جانے کے بعد یہ سکڑنے لگی ۔ اور سکڑتی چلی جا رہی ہے ۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

(رعد ۔ ۱۴)

(کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کے اطراف ' باہر ' سے سکیڑتے ہوئے گھٹا رہے ہیں ۔)

لہ چلڈرن انسائیکلوپیڈیا ص ۵۳ ۔   کہ (Ask my Why) ص ۱۰۵ ۔

ذاتِ مقدس کا یہ کتنا بڑا اعجاز ہے کہ لاکھوں برس پہلے کی باتیں جو دنیا کو آج معلوم ہو رہی ہیں۔ اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے بتا دی تھیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

(حٰم سجدہ ۔ ۵۳)

(ہم آفاق و انفس (کائنات اور نفسِ انسانی) سے ایسی شہادتیں مہیا کریں گے جن سے اُن پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے)۔

۸

حمل آور ہوائیں

گو نباتات کا مطالعہ بقراط (۴۶۰ سے ۳۷۰ ق م) وارسطو (۳۸۴ — ۳۲۲ ق م) کے زمانے سے ہو رہا ہے اور ارسطو کے ایک شاگرد تھیو فراسٹس (Theophrastus) (۳۷۰ - ۲۸۵ ق م) کو علم نباتات کا امام سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن پودوں میں نر و مادہ کا تصور قدرے بعد کی بات ہے ۔ البتہ عہد رسولؐ کے عرب اس سے آگاہ تھے اور نر و مادہ کے اختلاط سے کھجوروں کو حاملہ کر دیتے تھے ۔ ایک ایسے ہی موقع پر حضورؐ نے فرمایا تھا ۔

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ ۔

(کہ تم امورِ دنیا کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو)

یورپ میں یہ علم بہت بعد میں پہنچا ۔ کہتے ہیں[1] کہ جب اٹلی کے ایک باٹنسٹ اینڈریا سیسل پینو (Andrea Cesul Pino) (۱۵۱۹ — ۱۶۰۳ء) کے سامنے نر و مادہ کا خیال پیش کیا گیا تو اس نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا — سویڈن کا ایک حکیم کیرولس لینیئس (Carolus Linnaeus) (۱۷۰۷ — ۱۷۷۸) غالباً[2] پہلا باٹنسٹ ہے جس نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ۔ ۱۷۹۹ء میں اس پر ایک

---

[1] جارج لارنس ۔ ٹیکسالوجی ۔ امریکہ ۱۹۵۵ء ص ۱۸

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ص ۲۲

مقالہ لکھا اور بعد میں ایک کتاب مرتب کی۔[1]

پھول والے پودوں کی انواع دو لاکھ پچاس ہزار کے قریب ہیں۔ ان میں کچھ نر ہوتے ہیں اور کچھ مادہ۔ نر میں زرد رنگ کے ذرات ہوتے ہیں جو پولن (Pollen) کہلاتے ہیں۔ اگر یہ ذرات مادہ تک نہ پہنچیں تو بیج اور پھل نہیں لگتے۔ قدرت ان ذرات کو مادہ پھول تک پہنچانے کے لیے کئی طریقے استعمال کرتی ہے۔ بعض پودوں میں دونوں قسم کے پھول ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ جب ہوا یا بھونروں کے بیٹھنے سے شاخیں ہلتی ہیں تو پولن مادہ پھول پر گر پڑتا ہے۔ اگر نر اور مادہ پھولوں کے پودے الگ الگ ہوں تو عموماً ہواؤں سے کام لیا جاتا ہے۔ ہوائیں پولن کو اڑا کر مادہ پھولوں پہ ڈال دیتی ہیں۔ بھونرے بھی یہی کام کرتے ہیں کہ جب وہ پھولوں کا رس چوسنے کے لیے نر پھولوں میں گھستے ہیں تو پولن کی کچھ مقدار ان کے پروں اور ٹانگوں کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور جب وہ مادہ پھول میں داخل ہوتے ہیں تو کچھ پولن وہیں چھوڑ آتے ہیں۔ دریاؤں میں اگنے والے پودوں کا پولن پانی میں سفر کرتا ہے۔ پرندے، گلہری، چوہے، اور کیڑے مکوڑے بھی یہی فرض انجام دیتے ہیں۔

چونکہ پولن کی تقسیم کا سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں۔ اس لیے قرآنِ مقدس نے انہیں کے ذکر پہ اکتفا کی ہے۔

عربی زبان میں لَقَحَ کے معنی ہیں (حمل کرنا)

لَقِحَتِ المرأۃ: (عورت حاملہ ہو گئی)

لَوَاقِح: (حاملہ اونٹنیاں)

---

[1] مرایکل آف لائف ص ۲۳۶۔

بار آور: لَوَاقِعْ (حمل کر دینے والی ہوا)

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ - (الحجر - ۲۲)

(ہم نے حاملہ کر دینے والی ہوائیں چلائیں)

قرآن مجید میں ایک ایسی حقیقت کا ذکر آجانا جس کا انکشاف آج سے دو سو سال پہلے ہوا تھا - اس امر کا اعلان ہے کہ:

تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

(حٰم سجدہ - ۲-۳)

(رحمٰن و رحیم رب نے ایک باعلم قوم کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس کی آیات مفصل ہیں اور وہ عربی زبان میں ہیں) -

---

۹

سبز درخت سے آگ

آج سے ہزاروں برس پہلے جب انسانوں کی تعداد کم تھی۔ زمین پر دُور دُور تک گھنے جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھیلوں اور دریاؤں کے کنارے اُونچی اور گھنی کائیاں تھیں۔ مرورِ زمانہ سے بوڑھے درخت جوان درختوں پر گرتے رہے۔ اور سال خوردہ کائیاں ٹوٹ ٹوٹ کر انبار ہوتی رہیں۔ زلزلوں سے بھی پہاڑ جنگلات پر گرے اور زمین میں دب گئے۔ اُوپر سے بارشیں برسیں جن سے مٹی ان دبے ہوئے درختوں میں داخل ہو گئی۔ زمین کی حرارت سے یہ گلنے سڑنے لگے اور نسواری رنگ کے گوند میں تبدیل ہو گئے۔ بعد میں یہی گوند کالا ہو کر کوئلہ بن گیا۔ آج ہم یہی کوئلہ نکال کر جلا رہے ہیں۔ اللہ نے قرآن مجید میں جہاں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۔

(اللہ نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی جسے تم سُلگاتے ہو یا سلگاؤ گے)

لہ برطانیکا۔ ج ۵ ص ۸۶۸ نیز کیکسٹن انسائیکلوپیڈیا لندن ۱۹۶۹ء
جلد ۵ ص ۱۰۶۴

معدنی کوئلے کے متعلق آج حکمائے مغرب نے وہی بات کہی ہے جو چودہ سو
سال پہلے قرآن حکیم نے کہی تھی۔ بے شک،

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط

(العنکبوت - ۴۹)

(قرآن کی باتیں اہل علم کے سینوں میں کھلی آیات ہیں)

۱۰

قرآن حکیم اور علم

عقلی دلائل

کیا آپ نے کبھی کوئی ایسا اُمّی دیکھا ہے جو علم کی عظمت پر بحث کرتا ہو۔ نیابتِ الٰہیہ کو علم کا نتیجہ قرار دیتا ہو؟ پانی کو مدارِ حیات ٹھہراتا ہو۔ آغازِ آفرینش پر اس انداز سے بحث کرتا ہو کہ بڑے بڑے طبیب حیرت میں ڈوب جاتے ہوں؟ حواسِ خمسہ کے علاوہ تاریخ، کائنات، نفس اور وحی کو بھی ماخذِ علم قرار دیتا ہو؟ اگر نہیں دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کو دیکھیے۔ ایک طرف ناخواندگی کا یہ عالم کہ اپنا نام تک نہ پڑھ سکیں اور دوسری طرف یہ کیفیت کہ گم شدہ ماضی کی خبریں دے رہے ہیں۔

لہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں ناخواندہ تھے کہ آپ نے کسی مکتب میں تعلیم نہیں پائی تھی۔ ورنہ منصبِ نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد آپ کو تعلیم دینے کے لیے دو اُستاد لگا دیے گئے تھے۔ اوّل جبریل علیہ السلام عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ (النجم۔ ۵) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مہیب، پُرقوت اور عظیم فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام نے تعلیم دی)۔ دوسرا اُستاد خود خدا تھا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۝ (النساء ۱۱۳) (اللہ نے تمہیں وہ کچھ سکھایا، جو تم نہیں جانتے تھے) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ (الاعلیٰ۔ ۶) ہم تمہیں یوں پڑھائیں گے کہ تم اپنا سبق کبھی نہیں بھولو گے)

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ج مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ط

(ھود - ۴۹)

(یہ وہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہیں بذریعہ وحی بتا رہے ہیں۔ آج سے پہلے تم اور تمہاری قوم ان سے بے خبر تھی)

قرآن بقا و فنا کی تفصیل بتا رہے ہیں۔ نظریۂ مکافاتِ عمل پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ خیر و شر کی حد بندی کر رہے ہیں۔ حیات بعد الموت کی خبریں دے رہے ہیں اور بار بار اس حقیقت کو واضح فرما رہے ہیں کہ کائنات کی تسخیر علم سے ہوگی، اور رب کائنات تک رسائی عبادت سے۔

قرآن نے انسان کو اللہ کا نائب اور خلیفہ کہا ہے۔ نائب کا کام آقا کی مشیت کی تعمیل و تکمیل ہے۔ خدا خالق و صانع بھی ہے اور علیم و حکیم بھی۔ منصب نیابت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بھی اس حد تک علم و حکمت میں کمال پیدا کرے کہ وہ عناصر میں ردّ و بدل سے نئی نئی اشیاء بنا سکے۔ اس کام کے لیے بڑی بڑی درس گاہیں اور تجربہ گاہیں قائم کرنا ہوں گی۔ تلاشِ علم میں دنیا کے ہر کونے کھدرے تک جانا پڑے گا۔ نوجوان طلبہ کا کوئی گروہ طبیعیات کے مختلف شعبوں، مثلاً طبیعات، الکیمیا، حیاتیات، نباتات، معدنیات، ریاضیات وغیرہ میں کمال پیدا کرے گا۔ اور کوئی آسمان کے تاروں آفتابوں، مہتابوں اور کہکشاؤں کو گن رہا ہوگا۔

حیاتِ انسانی کے دو پہلو ہیں۔ ظاہر اور باطن۔ اسلام دونوں پہلوؤں کو سنوارنا چاہتا ہے۔ ظاہر کو علم و حکمت سے اور باطن کو اخلاقِ حمیدہ سے۔ علم کی دنیا لامحدود ہے۔ عہدِ رسولؐ میں ساری دنیا کے پاس شاید پانچ سو کتابیں بھی نہ ہوں گی۔ اور آج صرف ایک ہی دار الکتب یعنی واشنگٹن کی قومی لائبریری میں نو کروڑ کتابیں ہیں۔

علم صدہا شعبوں میں بٹ چکا ہے اور ہر شعبے میں لاکھوں کتابیں ہیں - ان کتابوں ، دنیا کی درس گاہوں اور تجربہ گاہوں سے فائدہ اُٹھا کر ظاہر حیات کو سنوارنا ، نئی نئی ایجادات کرنا - اور کائنات کے خفیہ امکانات سے حجاب اُٹھانا قرآن اور خدا لے قرآن کا منشا ہے - قرآن میں اس موضوع پر ساڑھے سات سو آیات ملتی ہیں -

لفظِ علم

قرآنِ مقدس میں لفظِ علم دیگر مشتقات مثلاً عالم ، عالمین ، علماء ، علیم وغیرہ کے ساتھ چھ سو چھیاسی مرتبہ استعمال ہوا ہے - تفصیل یہ ہے :-

۱ -	عُلَمَاء	صرف	۲	مرتبہ
۲ -	عَالَمِیْنَ	〃	۴	〃
۳ -	عَالِم	〃	۱۴	〃
۴ -	عَلَّمَ	〃	۲۲	〃
۵ -	عَلِیْمٌ	〃	۶۳	〃
۶ -	علم	〃	۱۸۷	〃
۷ -	دیگر مشتقات ، یعلم ، تعلم ، معلوم وغیرہ	〃	۳۹۴	〃
	میزان	=	۶۸۶	〃

لفظِ قلم

لفظِ قلم قرآن میں دو بار اور لفظ کتاب ۱۵۳ بار استعمال ہوا ہے -

اللہ نے کائنات میں علم کو کون سا مقام دیا ہے۔ یہ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

قرآن میں دو قسم کی آیات ہیں:۔

اوّل: محکمات۔ جن کا مفہوم واضح اور صاف ہوتا ہے ان میں تمام اوامر و نواہی شامل ہیں۔

دوم: متشابہات۔ جن کی تفسیر و توضیح نئے انکشافات و معلومات کی منتظر ہو۔ مثلاً علمائے طبیعی حال ہی میں اس حقیقت تک پہنچے ہیں کہ حیات کا آغاز سمندر اور ساحل سمندر سے ہوا تھا۔ یہ آیت:۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۝

(انبیاء۔۳۰)

(ہم نے حیات کا آغاز پانی سے کیا تھا)

پہلے متشابہات میں داخل تھی اور اب محکمات میں شمار ہوتی ہے۔ جوں جوں علم بڑھ رہا ہے متشابہات محکمات میں بدل رہی ہیں۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ ۔ (عمران۔۶)

متشابہات کا مفہوم یا تو اللہ جانتا ہے اور یا وہ لوگ جن کا علم تحقیق و تلاش کی وجہ سے پہاڑوں کی طرح محکم ہو چکا ہے۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ نے اہلِ علم کو کتنا اونچا مقام دیا ہے کہ انہیں متشابہات میں اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے۔

دوم: کائنات کی الجھی ہوئی حقائق میں سے ایک توحید ہے۔ دنیا کے ڈیڑھ ارب اشتراکی جن کے راکٹ چاند تک جا رہے ہیں۔ خدا کے وجود ہی منکر ہیں۔ ساڑھے کروڑ ہندو اور افریقہ کے بے شمار قبائل سینکڑوں خداؤں کے

قائل ہیں۔ اس حقیقت کو پالینا کہ خدا ایک ہے، بے پناہ علم ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ (عمران - ۱۸)

(اللہ شہادت دیتا ہے کہ کائنات کا خالق و معبود ایک ہے۔ اس شہادت میں فرشتے اور اربابِ علم بھی شامل ہیں جو قائم بالعدل ہیں اور ان کے اخذ کردہ نتائج افراط و تفریط سے پاک ہیں)۔

سوم: جس طرح اقبال، رومی یا گوئٹے کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے اُن کے کلام کا مطالعہ ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ کی حکمت و صناعی کا صحیح تصور قائم کرنے کے لیے اس کی کائنات و تخلیقات پر غور کرنا لازمی ہے۔ اسی غور و فکر سے دل میں حمد و ثنا کی تحریک اٹھتی اور جبینیں سجود کے لیے بے تاب ہو جاتی ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر ۲۷-۲۸)

(کیا تم نے اس حقیقت پر کبھی غور کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی تو ایک ہی قسم کا برسایا تھا۔ لیکن اس سے پیدا ہونے والے پھلوں کے رنگ الگ الگ ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں میں تمہیں سفید، سرخ، سیاہ اور دیگر رنگوں کی معادن نظر آئیں گی۔ انسانوں، چوپایوں اور مویشیوں کے رنگ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ سے صرف عالمِ کائنات ہی ڈرتے ہیں)۔

ظاہر ہے کہ جو لوگ عجائباتِ فطرت پر غور نہیں کریں گے وہ اللہ کی دانش و حکمت کا کوئی تصور قائم نہیں کر سکتے اور اس لیے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چہارم:- دنیا میں اندازاً ۲۵ ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ زبانوں کا یہ اختلاف نوعِ انسان کے لیے رحمت ہے۔ ہر گروہ اور ہر قوم کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی زبان کو ترقی یافتہ زبانوں کا ہم پلہ بنائے۔ اس کوشش سے اس زبان کی قدر و قیمت بڑھتی اور علوم و فنون میں اضافہ ہوتا ہے۔ رہا رنگوں کا اختلاف تو دنیا کا حسن اسی سے ہے۔ یہ نیلے پیلے سُرخ اور جامنی پھول۔ یہ صد رنگ طیور و حشرات کائنات کا سنگھار ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ۔

(الروم - ۲۲)

(زمین و آسمان کی تعمیر نیز زبانوں اور رنگوں کا تنوع اللہ کے کمالِ تخلیق پر شہادت دے رہا ہے۔ ان مظاہر میں اہلِ علم کے لیے کچھ اسباق پنہاں ہیں)

ان اسباق کی کچھ تفصیل ان سینکڑوں کتابوں میں دیکھیے جو رنگ و روشنی پر آج تک لکھی جا چکی ہیں۔

پنجم:- جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حاجت روا سمجھ بیٹھے ہیں وہ اس مکڑی کی طرح ہیں جو کمزور ترین تاروں سے اپنا گھر تیار کرے۔ اہلِ علم اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور ذات نہ تو قابلِ اعتماد ہے اور نہ کارساز۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ
الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ

لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ مَ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

(العنکبوت - ۴۱)

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔ (العنکبوت - ۴۳)

(جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا بیٹھے ہیں۔ وہ اس مکڑی کی طرح ہیں جس نے گھر بنایا۔ اور کون نہیں جانتا کہ مکڑی کا گھر کمزور ترین گھر ہے)

گو ہم یہ باتیں عام لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ لیکن انہیں صرف اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ششم:۔ آج سے چودہ سو سال پہلے جب دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی منتظر تھی۔ صحرائے عرب کے نو لاکھ مربع میل میں یا تو ریت تھی یا کیکر اور یا خاردار جھاڑیاں۔ علم کا کوئی تصور کہیں موجود نہ تھا۔ وہاں نہ کوئی کتاب تھی نہ مصنّف اور نہ صاحبِ علم۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت سارے عرب میں ایسے افراد کی تعداد تقریباً دو درجن تھی جو اپنا نام یا خط لکھ سکتے تھے۔ اِن حالات میں یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو اس میں پڑھنے، انسانی تخلیق پر غور کرنے، اللہ کی عظمت اور قلم کی وساطت سے علم پھیلانے کا ذکر تھا۔ اللہ اکبر! قرآن نے علم اور قلم کو کیا مقام دیا ہے؟

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ لا الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (علق - ۱تا۵)

(پڑھ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خالق کا نام لے کر پڑھ

جس نے انسان کو گوشت کے ایک لوتھڑے سے بنایا - پڑھ اس عظیم رب کا نام لے کر پڑھ جس نے قلم کی وساطت سے علم پھیلایا - اور انسان کو وہ کچھ بتایا جس سے وہ بے خبر تھا) -

انسان نے آغاز آفرینش سے اب تک کیا کہا ؟ کیا بنایا ؟ کیا سوچا اور کن مشکلات سے دوچار ہوا ! اس کی ناکامیوں کے اسباب کیا تھے ؟ اگر وہ کسی وقت بامِ عروج پر پہنچا تھا تو اس کی وجوہ کیا تھیں ! ان تمام واقعات وحادثات کو صرف قلم محفوظ رکھ سکتا ہے - اگر قلم نہ رہے تو ہم آباؤ اجداد کے تجربات سے بے خبر ہو جائیں اور آنے والی نسلیں ہمارے تجربات سے نا آشنا رہیں -

ایک سوال

قدرتاً ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان علم اور کائنات پر یہ حکیمانہ اقوال کیا ایک اُمّی کے مُنہ سے نکل سکتے ہیں ؟

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ؕ (القلم - ۱-۲)

(قلم اور قلم سے لکھی ہوئی کتابیں شاہد ہیں کہ تم اللہ کے فضل سے دیوانے نہیں ہو) -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں میں ہزاروں طبیب، فلسفی، مؤرخ، محاسب، مہندس، محدث، مفسر اور فقیہہ ہو گذرے ہیں - ان لوگوں نے کتابیں لکھ لکھ کر دُنیا کی لائبریریاں بھر دیں - ان میں سے بعض اتنے عظیم المرتبت تھے کہ ساری دُنیا نے ان پہ درود وسلام بھیجا، مثلاً ابن رُشد، ابن عربی، ابن طفیل، بوعلی سینا، ابن حزم،

ابن جوزی، غزالی، رومی وغیرہ۔ کیا کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ ان اعاظم کے امام و مرشد حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ تھے۔ اگر دیوانہ نہیں تھے بلکہ حکیم و علیم رب کے جلیل القدر رسول تھے تو وہ کتاب بھی یقیناً بہت عظیم ہوگی جو ان کی وساطت سے ہم تک پہنچی۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ

(الحج - ۵۴)

(اہلِ علم یقیناً اسی نتیجہ پہ پہنچیں گے کہ یہ قرآن من جانب اللہ ہے)

۱۱- عبادت کی سرمستیاں

کم نظر، عیاش اور آوارہ لوگ عبادت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن ایک حقیقت بین فلسفی کے ہاں یہ زندگی کا معراج ہے۔ اگر زید کسی حسینہ کے خیال میں ڈوبا ہوا ہے اور عمر جمالِ الٰہی کے تماشے میں محو ہے تو ظاہر ہے کہ عمر کی مستیاں عمیق تر اور پائندہ تر ہوں گی۔

آر۔ ڈبلیو۔ ٹرائن کہتا ہے۔

God is creating working and ruling through the agency of Certain Laws...There is a force which is known as the MAKER OF LAWS. He Fills the universe with Himself alone...When we bring our lives into harmony with These great Laws we open ourselves to Divine inflow.

(In Tune with the Infinite)

(اللہ تخلیق، تدبیر اور حکومت کے فرائض بعض قوانین کے ذریعہ سرانجام دیتا ہے..... کائنات کی ایک قوت ان قوانین کی واضع ہے۔ کائنات میں ہر طرف یہی قوت نظر آتی ہے ...... جب ہم اپنی زندگی ان قوانین کے سانچے میں ڈھال لیتے ہیں تو روح کے دروازے خدائی فیوض کے

لیے مکمل جاتے ہیں)۔

یہی فلسفی اسی کتاب میں ایک اور مقام پر کہتا ہے:-

Religion in true sense is the most joyus thing the human soul can know. It is agent of peace and happiness

(ایضاً ص ۲۰۸)

(انسانی روح جن مسرتوں سے آشنا ہے ان میں بلند ترین مذہب ہے۔ یہ سکونِ قلب اور مسرت کا سرچشمہ ہے)۔

امریکہ کے حکیم و دانش ور ایمرسن (۱۸۰۳ء تا ۱۸۸۲ء) کا قول ہے:-

Let a man fell in to Divine Circuit and he is enlarged

(اللہ کے دائرے میں آتے ہی انسان کی ہستی میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے)۔

یہی وسعتِ حیاتِ انسانی کا معنوی سفر ہے۔ زندگی کے نتیجہ خیز اور منافع آمیز سفر دو ہی ہیں۔ ایک علمی بلندیوں کی طرف اور دوسرا اللہ کی جانب۔ علم کا مسافر آئن سٹائن، ڈارون، نیوٹن، بوعلی سینا، البیرونی، ارسطو اور سقراط کی منازل سے پرے نہیں جا سکتا۔ لیکن دنیائے عشق کا راہی عبادت کے پر لگا کر عرش تک پہنچ سکتا ہے۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس فضائے نیلگوں کو بے کراں سمجھا تھا میں

عشق کی راہ میں کئی دلکش اور نظر فریب مقام آتے ہیں۔ مثلاً وصل و فصل، کشف و اتحاد استغراق و محویت، بقا و فنا وغیرہ۔ یہی وہ علم ہے جس میں شریعت و طریقت، مجاز و حقیقت، حلول و اتحاد، کثرت و وحدت اور ذات و صفات جیسے اسرار و رموز زیرِ بحث

آتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء اسی دنیا میں ملتے ہیں اور طور و فاران پر تارے اسی آسمان سے ٹوٹتے ہیں۔

منوّر اور منحوس چہرے

انسانی چہرہ جذبات و تصوّرات کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ جو شخص شب و روز یہ سوچتا رہتا ہے کہ اگلی نقب کہاں لگانی ہے! کس کی جیب کاٹنی ہے! جوئے میں ہارا ہوا مال کس طرح واپس لینا ہے! کس کو دھوکا دینا ہے! اور قانون کی گرفت سے کس طرح بچنا ہے! تو اس کے چہرے پر گناہ و خوف کے سائے پھیل جائیں گے۔ تمام آب و تاب رخصت ہو جائے گی۔ وہ ذلیل و منحوس ہو جائے گا۔ اور دُنیا اس سے نفرت کرنے لگے گی۔ دوسری طرف وہ انسان جو ہر وقت اللہ کے تصوّر میں بلند بار رہتا ہے۔ اس کی روح عمیق لذات سے سرشار رہتی ہے۔ یہ سرور حسن و نور بن کر اس کے چہرے پر رقص کرنے لگتا ہے اور سکون بن کر دل میں سما جاتا ہے۔ دیکھتے نہیں کہ بُری خبر سنتے ہی چہرہ زرد۔ آنکھیں سفید اور ہونٹ نیلے پڑ جاتے ہیں۔ لیکن اچھی خبر سے چہرہ چمک اٹھتا ہے اور اسی نوع کی چمک اچھے لوگوں کی علامت ہے۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ؕ

(الفتح ۔ ۲۹)

(اُن کی شناخت اس چمک سے ہے جو اُن کے چہروں پر سجدوں کی وجہ سے ہوتی ہے)۔

دوسری طرف:۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

(عبس ۴۰ ۔ ۴۲)

(اس روز کچھ ایسے چہرے بھی ہوں گے جن پر سیاہی اور گرد پڑی ہوگی یہ بدکار کفار کے چہرے ہوں گے)۔

عبادت فحشاء و منکر سے روکتی ہے

فحشاء سے مراد جنسی دست درازی اور عیاشی ہے اور لفظ منکر کا مفہوم ہے ناپسندیدہ چیز۔ خواہ وہ بیماری ہو یا پریشانی۔ نماز ان دونوں سے روکتی ہے۔ ایک عبادت گزار کو لوگ احترام کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں۔ وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ لفنگا اور لوفر بن کر لوگوں کی نفرت کا نشانہ بن جائے۔ رہے امراض و مصائب۔ تو اللہ کے ذکر اور قرآن مقدس کی تلاوت سے جسم ایسی رطوبتیں خارج کرتا ہے جو مرض کی غلاظتوں کو بہالے جاتی ہے۔ ایک امریکی ڈاکٹر کہتا ہے:۔

On the other hand Love, good will, benevolence and kindness tend to stimulate a healthy purifying end life-giving flow of bodily secretions which will Counter-act the disease giving effect of the vice (R. Trine : In tune with the Infinite).

(دوسری طرف محبت، نیک اندیشی، فیاضی اور ہمدردی سے جسم میں ایسی صحت افزا، پاک کن اور حیات بخش رطوبتیں پیدا ہوتی ہیں جو گناہ کے بیمار کن اثرات کو زائل کر دیتی ہے)۔

مارچ ۱۹۷۶ء میں وفاقی حکومت نے عالمی پیمانے پر ایک سیرت کانفرنس منعقد کی تھی جس میں دیگر ممالک کے کوئی ستر مندوبین نے حصہ لیا تھا۔ اس میں ایک محقق طبیب نے کہا:۔

"میرا یہ دعویٰ ہے کہ نماز اور روزے کی پابندی ذیابیطس، فالج اور تپ دق جیسے امراض سے بچاتی ہے"۔

(نوائے وقت۔ اشاعت ۹ر مارچ ۱۹۷۶ء)

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت۔ ۴۵)

(نماز عیاشی اور امراض و مصائب سے یقیناً بچاتی ہے)۔
اللہ کے الفاظ میں کتنی طاقت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس نے کہا "کُنْ" (پیدا ہو جاؤ) اور ارب کھرب سیارے، آسمان اور زمین نمودار ہو گئی۔ اس وقت زمین ویران اور سنسان تھی اور ہر چہار سُو اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پھر:-

God seid let there be light and there was light.

(بائبل پیدائش - ۳/۱)
(خدا نے کہا، کہ اُجالا ہو جائے۔ اور معاً اُجالا ہو گیا)
اللہ کے طاقتور الفاظ سے بیماریاں بھی دُور ہو سکتی ہیں۔ بشرطیکہ مریض تائب ہو کر اللہ کی طرف آئے اور گناہ سے پرہیز کرے۔ برص کے ایک مریض نے جو حضرت مسیحؑ کے مَس سے شفا پا گیا تھا، مسیحؑ سے پوچھا: "حضرت! میں آئندہ کیا کروں کہ بیماری سے محفوظ رہوں۔ فرمایا۔

Go and sin no more.

(جاؤ اور آئندہ گناہ سے بچو)۔
اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں رکوع و سجود کا حکم دے کر بیماریوں، حادثوں، ذہنی و معاشی پریشانیوں اور زندگی کی اُلجھنوں سے بچا لیا۔ سکونِ قلب کی نعمت سے نوازا۔ شخصیت کو باذب اور چہروں کو پُر نور بنایا۔ اور میدانِ جنگ میں جیتنے کا گُر سکھایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَ
اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (انفال - ۴۵)
(اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو میدان

میں ڈٹ جاؤ اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم جیت جاؤ)

اگر اسلام میں عبادت کا حکم نہ ہوتا تو یہ اتنا بے رنگ و بے کیف ہوتا کہ شاید ہی اسے کوئی تسلیم کرتا۔ انصافاً کہیے کہ کیا عبادت کے اسرار و حِکَم کو اللہ کے سوا کوئی اور بیان کرسکتا تھا۔

بالآخر میں اُن بہنوں اور بیٹیوں کو جو اپنے چہروں کو نکھار قائم رکھنے کے لیے تکس اور رکسونا کا سہارا لیتی ہیں، مشورہ دیتا ہوں کہ وہ نماز قائم کریں۔ ان کے انگ انگ سے تجلیات پھوٹ نکلیں گی اور انوار ان کا طواف کریں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ۔ (تحریم - ۸)

(جو لوگ رسولؐ پر ایمان لے آئے، روشنیاں اُن کے آگے آگے نیز دائیں جانب دوڑتی ہوئی چلیں گی)۔

نیویارک کا ایک پادری

اقتصادی نقطۂ نگاہ سے ۱۹۳۲ء بدترین سال تھا۔ اس میں بڑے بڑے سوداگر تباہ ہو گئے، سینکڑوں بینکوں کا دیوالہ نکل گیا اور ہر شخص اس ہمہ گیر بدحالی سے متاثر ہوا۔ اسی سال ایک اتوار کو جب چند آدمی نیویارک کے ایک گرجے ماربل کالجیٹ چرچ میں عبادات کے لیے جمع ہوئے تو انہیں منبر پر ایک نیا پادری نظر آیا۔ نام تھا نارمن ونسنٹ پیل۔ اس کا اندازِ خطابت بڑا دلکش اور موثر تھا۔ اس کے وعظ کا خلاصہ یہ ہے:۔

"خواتین و حضرات! ہمارے موجودہ مصائب کا باعث مذہب سے انحراف ہے۔ مذہب روح میں توانائی بھرتا اور تمام خطرات و موانع کو دُور کرتا ہے۔ عبادت سے ہماری زندگیاں بدل جاتی ہیں۔ آپ بائبل سے

ہدایت حاصل کریں - بائبل رُوح افروز اور حیات بخش افکار و تعلیمات کا سرچشمہ ہے - اس کے الفاظ توانائی سے لبریز ہیں - کئی ڈاکٹروں نے مجھے بتایا ہے کہ عبادت گذار ذہنی امراض کا شکار نہیں ہوتے - ڈاکٹر کارل ینگ ( ) نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میرے مریضوں میں سے وہی صحیح معنوں میں شفا پاتے ہیں جو عبادت گذار ہوں -

Millions of people can be helped simply by turning whole heartedly to God.

(کروڑوں انسان اللہ کی جانب پوری طرح رجوع کرکے مصائب سے نجات پا سکتے ہیں)

(مقالہ از ایل - ایم - ٹکر - ریڈرز ڈائجسٹ - مارچ ۱۹۵۲ء - ص ۱۲)

نخواہم این جہان و آن جہان را | مرا این بس کہ دانم رمز جان را
سجودے دہ کہ از سوز و سرورش | بوجد آرم زمین و آسمان را

(اقبال)

۱۲۔ مغرب کی فری سوسائٹی

فری سوسائٹی سے مراد مرد و زن کا آزادانہ اختلاط اور قید نکاح کے بغیر آتش جنس کو فرو کرنا ہے۔ توراتِ مقدس نے اس گناہ کی سزا موت رکھی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے نہ صرف اس سزا کو برقرار رکھا، بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر فرمایا:۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کر۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ ڈالی۔ وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔" (متی باب ۵۔ آیت ۲۸)

تمام انبیاءؑ نے آدمؑ سے خاتم الانبیاءؐ تک مرد و زن کے آزادانہ اختلاط پر کڑی پابندیاں عائد کی تھیں تاکہ معاشرہ ان آفات و مصائب سے محفوظ رہے جو آج مغرب کی تقدیر بن چکی ہے۔

امریکہ کا ایک مفکر رابرٹ ماسکن لکھتا ہے:۔

"ہماری نئی نسل تمام اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو چکی ہے۔ یہ آزادی

۱؎ استثنار۔ باب ۲۲۔ آیت ۲۲۔۲۳

۲؎ انجیل متی۔ باب ۵۔ آیت ۱۸

۳؎ لُک میگزین۔ اشاعت ۲۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

عنوانِ مضمون:۔ "Sexual Morality" صد ہا

سے شراب پیتی، جوا کھیلتی اور باہم جنسی روابط قائم کرتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ پورا ملک شدید اخلاقی بحران کا شکار ہو چکا ہے۔ آپ کو جابجا نفسیات کے عادی نوجوان، حاملہ دوشیزائیں، کنواری مائیں اور حرامی بچے غول کے غول نظر آئیں گے۔ اگر یہ صورت حال اسی طرح باقی رہی تو امریکہ جرائم پیشہ اوباشوں اور وحشیوں کا ملک بن جائے گا۔

امریکہ کی بے شمار لڑکیاں حاملہ ہو جانے کی وجہ سے تعلیم چھوڑ جاتی ہیں۔ سکولوں میں حاملہ طالبات کی تعداد پچاس فیصد تک جا پہنچی ہے۔ خواتین کی اس بے راہی کی وجہ سے امریکہ میں طلاقوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ ۱۹۶۰ء میں ۱۰ لاکھ عورتوں کو طلاق ہوئی تھی۔ اور ان ٹوٹے ہوئے گھرانوں کے بچوں کی تعداد ایک کروڑ تیس لاکھ تک جا پہنچی تھی۔" (ملخص)

نیویارک ٹائم لکھتا ہے[۱]

"ریاستہائے متحدہ کی ایک ریاست " NEVADA " میں شراب، جوئے اور طلاقوں کی کثرت کی وجہ سے خودکشی کا تناسب لاکھ میں ساڑھے بائیس تک پہنچ گیا ہے۔ ان میں کالج طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بعض دیگر ممالک میں خودکشی کی رفتار یہ ہے:۔

انگلستان	ایک لاکھ میں	۱۲
فرانس	"	۱۵ اعشاریہ ۵
سوئٹزرلینڈ	"	۱۶ " ۹
سویڈن	"	۱۸ " ۵

۱۔ ملّم۔ اشاعت ۲۵ نومبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۳

مغربی جرمنی	ایک لاکھ میں	۱۸ اعشاریہ ۵
ڈنمارک	"	۱۹ " ۱
فن لینڈ	"	۱۹ " ۲
چیکوسلواکیا	"	۲۱ " ۳
آسٹریا	"	۲۳ " ۴
ہنگری	"	۲۹ " ۸

پاکستان ٹائمز کی اشاعت، ۷ مئی ۱۹۶۳ء میں یہ خبر درج تھی کہ ۱۹۶۲ء کے آخری چھ ماہ میں کیلیفورنیا کے پانچ لاکھ اور لاس اینجلیس کے ۲، ہزار افراد نے خودکشی کی تھی۔

امریکہ دُنیا کا متمول ترین ملک ہے۔ وہاں کی فی کس آمدنی ہم سے پچیس گنا زیادہ ہے۔ وہاں کے خاکروب بھی کاروں کے مالک ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ اتنی تعداد میں خودکشی کیوں کر رہے ہیں؟ جواب ہے کہ سب سے بڑی وجہ عورت کا ہرجائی پن ہے۔ حسین لڑکیاں پانچ فی صد سے زیادہ نہیں ہوتیں لیکن ان کا تعاقب کرنے والے بے شمار ہوتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ دلسن کو کسی شام شہر کی ایک حسین لڑکی مل جاتی ہے واپس جاتے وقت وہ اگلی شام پھر آنے کا وعدہ کرتی ہے لیکن کسی اور کے ساتھ چلی جاتی ہے دلسن اس کی تلاش میں نکل پڑتا ہے اور کسی ہوٹل میں اسے شراب میں مست کسی اور کے ساتھ ناچتے دیکھ کر اُسے انتہائی صدمہ ہوتا ہے چنانچہ گھر پہنچ کر وہ آٹھ دس خواب آور گولیاں کھا کر لیٹ جاتا ہے اور پھر کبھی بیدار نہیں ہوتا۔

میرے ایک دوست نے جو ۱۵، ۱۶ برس سے انگلستان میں ہیں، بتایا کہ وہاں کی عورتوں کے تین گروہ ہیں: اوّل ۱۴ سے ۱۹ سال تک۔ دوم ۲۰ سے ۲۵ سال کے مابین۔ تیسرا ۲۵ سے اوپر۔ پہلے طبقہ کی حسین لڑکیاں ہر شام اور ہر رات کہیں نہ کہیں مصروف ہوتی ہیں۔ طبقہ ثانیہ کی لڑکیاں عموماً بے نیازی کا شکار رہتی ہیں اور تیسرے طبقہ کی خواتین باہر

سے آنے والے لوگوں کو پھانستی پھرتی ہیں۔ اور اگر داؤ چل جائے تو ان کی بیویاں بن جاتی ہیں۔

اگر ایک شوہر سفر سے تھکا ماندہ آئے اور اپنی بیوی کو کسی اور کی آغوش میں پائے تو شدت غضب میں وہ یا تو اپنی بیوی کو مار ڈالے گا یا اپنے آپ کو ختم کرے گا۔

اگر آپ واردات خودکشی کی تہہ میں جھانکیں تو وہاں جذبۂ عشق وجنس کی کارفرمائی نظر آئے گی۔ بھوک کی وجہ سے کوئی شخص خودکشی نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ایشیاء میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی۔ جذبۂ جنس ہی وہ طوفانی لہر ہے ..... جو زندگی کو تنکے کی طرح بہالے جاتی ہے اور دماغ کو سوچنے کی مہلت نہیں دیتی۔

انگلستان کے ایک دانشور مسٹر ایم۔ سی۔ بیننگ لکھتے ہیں:۔

"اس وقت برطانیہ کی ہر تین لڑکیوں میں سے ایک عصمت باختہ ہے اور ہر لاکھ بچوں میں سے پانچ ہزار ناجائز۔ انسانی ضابطۂ اخلاق میں عصمت ایک بنیادی قدر ہے۔ اس سے کوئی لڑکی لاکھ انکار کرے لیکن قدیم روایات، مذہب اور رائے عامہ کا دباؤ اتنا زبردست ہے کہ وہ احساس جرم سے نہیں بچ سکتی۔ ایک نوجوان لڑکا کسی لڑکی کو استعمال کرنے کے بعد عموماً اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ بے یار و مددگار رہ جاتی ہے۔ تنہائی، بے کسی اور جرم کا احساس اس کی زندگی میں زہر بھر دیتا ہے اور وہ دم واپسیں تک گھلتی رہتی ہے۔ کوئی مرد خواہ کتنا ہی عیاش کیوں نہ ہو، صرف پاکیزہ و باعصمت لڑکی کو رفیقۂ حیات بنائے گا اور کسی ہرجائی کو کبھی نہیں اپنائے گا۔"

چونکہ عیاشی پاکستان میں بھی بڑھ رہی ہے۔ اس لیے یہاں بھی ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو تقلید مغرب میں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط اور رسم نکاح کو اڑانا

چاہتے ہیں۔ ایک ایسے ہی صاحب سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا:۔
و۔ نکاح کی قید ٹوٹ جانے کے بعد اگر آپ کی بیوی کو کوئی خاکروب اٹھا لے گیا تو آپ کیا کریں گے؟ نکاح کا رشتہ تو ہے نہیں۔ اس لیے وہ بھی آپ کی بیوی کو استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔
ب۔ حرامی بچوں کی پرورش، اخلاقی تربیت اور تعلیم کے مصارف کون اٹھائے گا؟
ج۔ جو لڑکی ہر شب اک نئے مرد کی آغوش میں ہوگی، اسے جیون ساتھی کون بنائے گا؟
د۔ حرامی بچے کس کے وارث ہوں گے؟ کیا یہ ستم نہیں کہ ایک کروڑ پتیئے کا بیٹا باپ کی وراثت سے محض اس لیے محروم رہے کہ باپ نے اس کی ماں کو صرف ایک رات کے لیے استعمال کیا تھا؟
ھ۔ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون کس کا بیٹا ہے؟ کیا اس سے بن فلاں بن فلاں کا حسین سلسلہ ختم نہیں ہو جائے گا؟ باپ کی شہرت، عظمت اور تحصیلات کا اثر اولاد پر بھی پڑتا ہے۔ سرسید، شبلی اور اقبال کی اولاد کا احترام کون نہیں کرے گا؟
و۔ انسان کا ہزار ہا سالہ تجربہ شاہد ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت ہی سے ممکن ہے۔ ماں کا پیار وہ جھولا ہے جس میں حیات جھولتی ہے اور باپ کی شفقت وہ روشنی ہے جو زندگی کی راہوں کو اجاگر کرتی ہے۔ اخلاقی تہذیب و تربیت انہی دو توانائیوں سے ہوتی ہے۔ جو بچے ان حسین سہاروں سے محروم رہیں وہ ہمیشہ بھٹکتے ہی رہیں گے۔
ز۔ یہ بھی تو سوچیے کہ جس گھر میں بچوں کے ہلکے پھلکے قہقہے، ننھے منھے تقاضے اور بھولی بھالی ادائیں نہیں ہوں گی وہ گھر کتنا سنسان اور ویران ہوگا۔ بچوں کے بغیر زندگی سخت بور کرنے لگتی ہے اور اس بورڈم سے بچنے کے لیے لوگ دوسروں کے بچے خریدنے یا اٹھانے تک سے گریز نہیں کرتے۔ مغرب کے بعض

شہروں میں ایسے ادارے موجود ہیں جو ناجائز بچوں کو پالتے اور پھر بے اولاد لوگوں کے ہاں بیچ ڈالتے ہیں۔ امریکہ کے ایک شہر ٹیکساز میں اس طرح کے ایک ادارے کا انتظام مسز ایڈنا گلیڈنی (Edna Gledney.) کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے چند برس میں دس ہزار ناجائز بچے فروخت کیے۔

۳۔ بعض رشتے بہت پیارے ہوتے ہیں۔ مثلاً خالہ، پھوپھی، باجی، ماموں، خالو، چچا، تایا، نانا، دادا وغیرہ۔ کیا کسی ناجائز بچے کو ان رشتوں کی محبت، شفقت، مسرت اور قرب کی لذت نصیب ہو سکتی ہے؟

۴۔ بعض جانوروں کے نر و مادہ آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں مثلاً بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، گھوڑا، گدھا وغیرہ۔ اور بعض دیگر جوڑے بنا کر رہتے ہیں مثلاً شیر، بھیڑیا اور بیشتر طیور۔ انسان بھی ایک ایسا ہی جانور ہے جو جوڑا بننے پر مجبور ہے۔ مرد روزی کمانے اور دیگر امور سر انجام دینے کے لیے عموماً گھر سے نکلتا ہے اور عورت گھر کی دیکھ بھال کرتی، شوہر اور بچوں کی ضروریات کا خیال رکھتی اور خاندان کی غم و شادی میں شامل ہوتی ہے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ جب کبوتر اور کبوتری کا جوڑا بن جائے تو تمام دیگر کبوتر اس کبوتری کا احترام کرتے ہیں اور اس سے دور رہتے ہیں۔ یہی حال دیگر جوڑوں کا ہے۔ لیکن عیاش لوگ جائز و ناجائز کی پروا نہیں کرتے اور ہر عورت کا تعاقب کرتے نظر آتے ہیں۔

۵۔ زندگی میں حسن اور کائنات میں امن و سکون، قانون و آئین کی پابندی سے ہے۔ پانی کناروں کے اندر رہے تو آبجو کہلاتا ہے۔ کناروں کو پھلانگ جائے تو سیلاب بن جاتا ہے۔ تہذیب کیا ہے؟ جذبات کو قابو میں رکھنا۔ غم و شادی میں آپے

۱۔ ریڈرز ڈائجسٹ۔ مارچ ۱۹۵۲ء۔ ص ۱۹

سے باہر نہ ہونا۔ تمام حقوق و روابط کا احترام کرنا اور جائز و ناجائز کا خیال رکھنا۔ جو لوگ مرد و زن کے معاملے میں تمام پابندیاں کو توڑنا چاہتے ہیں، وہ انسان کو پھر ابتدائی دورِ وحشت و بہیمیت کی طرف گھسیٹنا اور حیات کو حسن و رعنائی سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

ک۔ نکاح ایک مقدس معاہدہ ہے جو زن و شوہر کے رشتہ داروں اور دیگر معتمدین کی موجودگی میں طے پاتا ہے۔ اس کی رُو سے شوہر بیوی بچوں کے تمام مصارف پورا کرنے اور اُن سے حسن سلوک کی ضمانت دیتا ہے۔ نیز وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی اور عورت سے جنسی روابط قائم نہیں کرے گا۔ دوسری طرف بیوی شوہر کو اپنی وفاداری، تابعداری اور پاکیزہ کرداری کا یقین دلاتی ہے۔ اس معاہدہ کی تمام دفعات ان آیات و احادیث میں ملتی ہیں جو ضوابطِ نکاح پر روشنی ڈالتی ہیں۔ کروڑوں گھروں کا سکون اس معاہدہ سے وابستہ ہے۔ جو لوگ عورتوں کو ورغلا کر گھروں کا سکون درہم برہم کرتے ہیں وہ کسی رحم کے قابل نہیں۔ انہیں یا تو مار ڈالیے یا سنگسار کیجیے اور کم سے کم سزا یہ کہ سو دُرّے لگائیے۔

ل۔ تاریخ عالم کا یہ ناقابلِ تردید فیصلہ ہے کہ جو قوم خواتین کا احترام نہیں کرتی۔ اور انہیں طوائف کی سطح تک گرا دیتی ہے اُسے تین قسم کے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں۔

اوّل:۔ وہ بے غیرت ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی بزدل۔ قومیں اپنی روایات، اقدار اور خواتین کو بچانے کے لیے لڑتی ہیں۔ اگر خواتین طوائف سے بدتر ہو جائیں، تو اُن کو بچانے کے لیے اپنی جان کون دے گا؟

دوم:۔ عصمت باختہ خواتین اپنے بچوں کی اخلاقی تربیت نہیں کر سکتیں۔ جو چیز خود اُن کے پاس نہیں وہ دوسروں کو کیسے دیں گی؟

سوم:۔ بہادر، نیک اور اولوالعزم بیٹے بدکردار ماؤں کی کوکھ سے کبھی

پیدا نہیں ہوسکتے جیسے کہ ترولڈ ہی جنم لے سکتی ہے اور یسوع کہ مریم ۔ جو لوگ جنسی آزادی کا پرچار کر رہے ہیں۔ وہ مردوں کو بے غیرت، عورتوں کو طوائف اور بچوں کو طوائف زادہ بنانا چاہتے ہیں۔

احتجاج دنیا اس صورت حال سے اتنی تنگ ہے کہ[1] ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء کو برطانیہ کے ایک شہر ٹونگم میں پچاس ہزار آدمیوں نے ناجائز بچوں اور اسقاط حمل کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا۔ بی بی سی کے ایک مبصر نے بتایا کہ ۱۹۷۲ء میں صرف ٹونگم میں ۱۹۲۵۰ ناجائز بچے پیدا ہوئے تھے یعنی اوزاناً ۵۰۴ بچے روزانہ۔

مغرب میں ہپی ذلیل ترین گروہ ہے۔ غلیظ، بدکردار، تمام اخلاقی ضوابط کا منکر اور لوگوں کے سامنے کھلے بندوں فواحش کا ارتکاب کرنے والا۔ یہ گروہ ۱۹۳۰ء کے بعد ظاہر ہوا۔ آزادانہ جنسی فعل میں اتنی کشش تھی کہ تیس پینتیس برس میں اس کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی۔ ان میں نصف کے قریب دوشیزائیں تھیں۔ یہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر دنیا کے ہر حصے میں پہنچے۔ خوب بدکاری کی۔ چرس، چانڈو، بھنگ اور افیون کا بے تحاشا استعمال کیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس طریقے سے سکونِ قلب کی دولت پالیں گے۔ لیکن اُسے رسوائی، ذلت، غلاظت اور نفرت کے سوا اور کچھ نہ ملا۔ چنانچہ ان میں احساسِ زیاں پیدا ہوا اور ۱۹۷۵ء کے اواخر میں دس لاکھ ہپیوں نے شکاگو میں اس صدی کا سب سے بڑا جلوس نکالا۔ اُن کے ہاتھوں میں کئی لاکھ جھنڈے (کتبے) تھے۔ جن پر مرقوم تھا۔

Back to religion

(مذہب کی طرف واپس چلو)

---

[1] بی بی سی کا نشریہ۔ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء ۔ صبح ۱۰-۶ بجے

یہ آواز چالیس سال کے تلخ تجربات، مسلسل رسوائی اور عالمی نفرت کا نتیجہ تھی۔ پاکستان کے ہیتو! اور خواتین دشمن ادیبانو! کیا مغرب کے کروڑوں ہپیوں کا تجربہ تمہارے لیے کافی نہیں؟ کیا سوال کہ انبیاء کی حسین تعلیمات کو تم ہذیان سمجھتے ہو! کیا تم اس بے غیرتی کے لیے آمادہ ہو کہ تمہاری بیوی کو کوئی خاکروب لے جائے اور جوان بہن کو کوئی لنگا! کیا تمہارے پاس مضطرب انسانیت کے لیے یہی کچھ ہے؟

ڈاکٹر جے۔ ڈی۔ اَنوِن کی تحقیق

کیمرج یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر جے۔ڈی۔ انون (J.D. Unwin) نے جنسیات پر برسوں تحقیق کی۔ اور یہ دیکھنے کے لیے کہ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط اور بے لگام جذبۂ جنس کا اثر تہذیب پر کیا پڑتا ہے؟ اسی اقوام و قبائل کے حالات کا مطالعہ کیا۔ اور پھر پونے چھ سو صفحے کی ایک فاضلانہ کتاب (Sex and Culture) کے عنوان سے لکھی۔ اس میں وہ کہتا ہے[1]:-

"جنسیات" اور کلچر کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جذبۂ جنس پر قابو پانے کے بعد انسان میں ایک خاص توانائی پیدا ہو جاتی ہے جس سے معاشرہ کے کسی بلند نصب العین کی تکمیل کا کام لیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ عیاشی و شہوت رانی میں پڑ جاتے ہیں۔ ان کی توانائی اتنی کم ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ مثلاً ایجاد، تخلیق، تصنیف، تسخیر وغیرہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ ان کے قوائے عمل پر اوس پڑ جاتی ہے۔ اور ان کی بصیرت و ذہانت دھندلا جاتی ہے۔ قدیم زمانے میں سمیریوں، بابلیوں اور مصریوں کا عروج، ساتویں صدی میلادی میں قیصر و کسریٰ پر عربوں کی یلغار سب اسی داخلی توانائی کے

---

[1] سیکس اینڈ کلچر، آکسفورڈ پریس۔ ۱۹۳۴ء۔ صفحہ ۳۱۳ - ۳۱۶

کرشمے تھے چونکہ آرٹس کی تخلیق بھی اسی توانائی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لیے ایک فاتح قوم فنونِ لطیفہ کی بھی خالق بن جاتی ہے اور دوسری طرف جنسی آزادی تباہی لاتی ہے۔

Any extension of sexual opportunity must always be the immediate cause of cultural decline.

(جذبۂ جنس کی بدلگامی بلاشبہ زوالِ تہذیب کا سبب بن جاتی ہے)

دوسری صدی میلادی میں رومن امپائر پورے عروج پر تھی۔ پھر رفتہ رفتہ ایسی نسل آگئی جس کا مقصدِ حیات جذبۂ جنس کی تسکین تھا۔ بے ہمت اور بے عمل۔ چنانچہ امپائر کا زوال شروع ہو گیا۔ بعد ازاں ایسے سیمی نظم و نسق میں داخل ہو گئے۔ جنہیں اپنی خواہشات پر پورا کنٹرول تھا۔ چنانچہ چوتھی صدی میں امپائر پھر طاقتور بن گئی۔

اگر کسی سوسائٹی میں خواتین کا جنسی تعلق صرف اپنے شوہروں سے ہو تو اس کی توانائی بہت بڑھ جاتی ہے۔ (صفحہ ۳۲۹)

اسی اقوام و قبائل کے حالات کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تمدن کی بلند ترین سطح پر صرف وہی لوگ پہنچے تھے جو نکاح سے پہلے لڑکیوں کو جنسی تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (۳۹۲)

دیکھا آپ نے کہ جنسی آزادی کے نتائج کتنے تلخ اور کتنے ہمہ گیر ہیں، اسی بناء پر خدائے قرآن نے دنیا کو فواحش سے روکا تھا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۔

(اعراف - ۳۳)

اے رسولؐ! دنیا کو کہہ دو کہ میرے اللہ نے تمام فواحش کو خواہ وہ

ظاہر ہوں یا پوشیدہ، حرام کر دیا ہے)

اس موضوع پر قرآن پاک میں ۲۳ آیات ہیں۔ قرآن نے فواحش کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے سو دُرّوں کی سزا بھی مقرر فرمائی ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (نور- ۲)

(زانیہ اور زانی دونوں کو سو دُرّے مارو۔ اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُن پر رحم نہ کھاؤ اور مومنوں کے ایک گروہ کے سامنے انہیں سزا دو)

پاکستان میں ایسے صدہا شعراء، افسانہ نگار، اساتذہ، رسائل کے مدیر اور ادارے (سینما گھر، ناچ گھر، بڑے بڑے ہوٹل) موجود ہیں جو فواحش پھیلا رہے ہیں۔ اللہ نے انہیں خوفناک عذاب کی دھمکی دی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

(نور- ۱۹)

(جو لوگ اہل ایمان میں فواحش پھیلانا چاہتے ہیں، انہیں ہم دنیا و آخرت میں خوفناک عذاب دیں گے)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا۔

وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ (نساء- ۲۷)

(عیاش اور شہوت پرست لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی گناہ کی طرف

جھک جاؤ) -

چونکہ یہ تمام خرابیاں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط سے پیدا ہوتی ہیں - اس لیے
قرآن مقدس نے عورت پر کچھ پابندیاں عائد کر دی ہیں - مثلاً :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ
الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ
أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

(اے نبی! اپنی بیویوں ، بیٹیوں اور اہل ایمان کی بیویوں سے
کہیے کہ وہ بڑی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ کر باہر نکلیں تاکہ لوگ
اس چادر کی وجہ سے سمجھ جائیں کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور انہیں پریشان نہ
کریں - اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) -

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ

حِجَابٍ ۚ

(جب تم ازواجِ رسولؐ سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے
کھڑے ہو کر طلب کرو)

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا
فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ
وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ
وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ
آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ

بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ
أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ
غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ
لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ
بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَ
تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(نور - ۳۰-۳۱)

(اے رسولؐ! مومنوں سے کہیے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس سے ان میں پاکیزگی پیدا ہوگی۔ اور اللہ ان کے اعمال سے باخبر ہے۔ مومن عورتوں کو بھی ہدایت کیجیے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور زینت کو چھپا کر رکھیں۔ سوائے اس کے کہ جسے چھپانا دشوار ہو (مثلاً دست و پا کے زیور وغیرہ) وہ اپنے سینوں کو اوڑھنیوں سے ڈھانکیں۔ اور اپنے شوہروں، اپنے آباء، شوہروں کے آباء، اپنے بیٹوں، شوہروں کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، گھر کی عورتوں، غلاموں، کنیزوں، نامرد خادموں اور نابالغ لڑکوں کے سوا کسی اور کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ زمین پر زور سے پاؤں نہ ماریں تاکہ لوگوں کو ان کے مخفی سنگار کا علم نہ ہو جائے تم سب اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو تاکہ نجات حاصل کر سکو)

اسلام نے عورت کو بہت اونچا مقام دیا ہے۔ جنت ماں کے قدموں میں رکھ دی ہے۔ ازواجِ رسولؐ کو امہات المومنین کا اعزاز بخشا ہے۔ قرآنِ مقدس نے جن نفوس کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ ان میں دو خواتین بھی شامل ہیں یعنی حضرت مریمؑ اور زوجہ فرعون

اسلامی معاشرہ نے خواتین کو کسب روزگار سے بے نیاز کر دیا ہے۔ شادی سے پہلے انہیں باپ پالتا ہے اور بعد میں شوہر۔ یوں اگر وہ خود بھی کمانا چاہیں تو کوئی رکاوٹ نہیں۔ اسلام جن اقدار کی حفاظت کے لیے جہاد کا حکم دیتا ہے۔ ان میں عورت بھی شامل ہے عورت ایک عظیم قدر ہے۔ اور ہم ہمیشہ ہر قیمت پر اس کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔۔

قرآن کے علام الغیوب خالق کو معلوم تھا کہ بیسویں صدی میں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کا ایک ایسا فتنہ اٹھے گا جو سیلاب بن کر اقوام مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ چنانچہ اس نے ایسی ہدایات نافذ کیں جن پر عمل کرنے کا نتیجہ بستیوں میں امن ——— گھروں میں سکون اور روابط میں توازن ہو ——— جوں جوں زندگی آگے بڑھ رہی ہے۔ قرآن مقدس کی عظیم ہدایات کا نقش ذہنوں پر محکم تر اور عمیق تر ہوتا جا رہا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا:۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ٥

(ص - ۸۷ - ۸۸)

(یہ قرآن دنیا کے لیے درس ہدایت ہے اور تم اس کی حقیقت کو کچھ مدت کے بعد سمجھو گے)

۱۴- اسلام کا معاشی نظام

اس وقت دُنیا میں دو معاشی نظام رائج ہیں۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت۔ ہر دو نوعِ انسان کے لیے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔

سرمایہ داری ماہرینِ معاشیات کے ان اصل سرمایہ کارکن کی محنت ہے، جو بنجر زمین کو زرخیز بناتی، کپاس کو کپڑے، لوہے کو موٹر اور خاک و ریگ کو محل میں تبدیل کرتی ہے۔ لیکن یہ دولت سرمایہ دار کی جیب میں چلی جاتی ہے۔ سرمایہ دار کی بے لگام حرص چھوٹے چھوٹے تاجروں کو ہڑپ کر جاتی ہے۔ وہ جب چاہتا ہے اجناس کے نرخ گھٹا کر چھوٹے دکانداروں کو اور بڑھا کر عوام کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ یہ مشینیں لگا کر پہلے بے روزگاری بڑھاتا اور پھر کام کے اوقات بڑھا کر اُجرت گھٹا دیتا ہے۔ اور اس طرح منافع کا بہت بڑا حصہ اس کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ دولت مندبن کر وہ کئی کھیل کھیلتا ہے۔ مثلاً:-

ا- وہ غریبوں کے ووٹ خرید کر قانون ساز اسمبلی میں چلا جاتا ہے۔ جہاں وہ اپنی دولت بڑھانے کے لیے نئی راہیں سوچتا اور غریب کو غریب تر بنانے کے لیے قانون بناتا ہے۔

ب- وہ تیز رفتار کاروں کا غبار غریبوں کے منہ پر ڈالتا ہے اور بڑے بڑے محل بنا کر عوام میں مایوسی، ناانصافی، بے نوائی اور پستی کا احساس پیدا کرتا ہے۔

ج- اُسے عوام سے نفرت ہوتی ہے۔

۵۔ اس کی ثروت کا دھارا شراب خانوں اور قحبہ خانوں کی طرف بہہ نکلتا ہے اور وہ اللہ کی تمام راہوں کو چھوڑ جاتا ہے۔

اشتراکیت

اشتراکیت میں کئی خامیاں ہیں:۔

اوّلیہ:۔ انفرادی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے ہر کارکن اپنے آپ کو ایک ایسا قیدی سمجھتا ہے جو جیل میں چکی پیسنے پر تو مجبور ہے لیکن آٹے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ روس میں بارہا یہ اتفاق ہوا ہے کہ کسانوں کی بددلی اور اکتاہٹ کی وجہ سے یوکرائن کے کروڑوں ایکڑ کھیت بے کاشت رہ گئے اور روس کو امریکہ سے غلے کی بھیک مانگنا پڑی۔ کارکن کو اپنی محنت کا صلہ نہ ملے تو ڈنڈے کے ڈر سے کب تک کام کرے گا؟ جب شروع میں اشتراکیوں نے روس کے کاشتکاروں سے اُن کی زمینیں چھینیں، تو انہوں نے سخت مقابلہ کیا اور لاکھوں افراد گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

امریکہ کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۲ء تک لینن نے ایک کروڑ بیس لاکھ روسی قتل کیے تھے۔ (ریڈرز ڈائجسٹ اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۳۴)

اور بعد میں سٹالین نے جو ۱۹۲۹ء میں لینن کے مرنے پر برسر اقتدار آیا تھا۔ اور ۱۹۵۳ء تک رہا تھا۔ کروڑ اور ڈیڑھ کروڑ کے درمیان انسان موت کے گھاٹ اتار دیے (ایضاً صفحہ ۱۴۰)

یہ نہتے لوگ ٹینکوں سے کہاں تک لڑتے۔ بالآخر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور بددل قیدیوں کی طرح کام کرنے لگے۔ آج سے کوئی چالیس برس پہلے حکومت نے انہیں دو فیصد زمین کا مالک بنا کر کہا کہ اس کی پیداوار تمہاری ہوگی۔ تم جہاں اور جس طرح چاہو خرچ کرو۔ آپ یہ سن کر یقیناً حیران ہوں گے کہ اس دو فیصد سے ملک کی چالیس فیصد ضروریات پوری ہونے لگیں۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے شخصی ملکیت پانچ فیصد

کر دی گئی اور ملک پیداوار میں جمود کفیل ہو گیا۔

۱۹۵۵ء میں وہاں یہ حالت تھی:۔

کہ بھیڑیں، بکریاں اور دودھ دینے والے جانور بہت کم رہ گئے ....
گو کسانوں کے پاس دس لاکھ ٹریکٹر تھے اور اتنے ہی کارندے ان کے کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن روس کی فصلیں ناکام ہوتی گئیں۔ کیونکہ کسانوں کے پاس اپنی زمینیں نہیں تھیں اور شوقِ کار مفقود تھا۔ زمین چھیننے کی جنگ کئی سال جاری رہی۔ اور تقریباً پچاس لاکھ کسان ہلاک ہو گئے۔ (ملخص)

دوم: اپنی محنت سے پیدا کردہ فصل حکومت کے سپرد کرنے کے بعد کسان دفتری اہل کاروں کا محتاج ہو گیا اور اُسے اپنی ضروریات حاصل کرنے کے لیے دفاتر کے چکر کاٹنے پڑتے۔

سوم: روس میں ہر فرد اس حد تک پابند اور مقید ہے کہ وہ نہ اپنی مرضی سے کوئی پیشہ اختیار کر سکتا ہے اور نہ اپنا کارخانہ اور کھیت بدل سکتا ہے۔

چہارم: اس نظام کی سب سے بڑی خرابی یہ کہ وہاں خدا کا تصور ہی موجود نہیں۔ اور زکوٰۃ، خیرات، صدقہ، مساکین، یتامیٰ پروری سے تعمیرِ شخصیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تعمیر بڑی حد تک روحانی، اخلاقی اور معنوی ہوتی ہے۔ جس کے بڑے

۱؎ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ای۔ ریانڈ کا مقالہ۔
ریڈرز ڈائجسٹ۔ اشاعت ۱۹۵۵ء۔ ص ۶۹ (Russia', Angry FARMERS

یہ مقالہ نگار ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۴ء تک ماسکو میں امریکی سفارت کا ایک رکن تھا۔ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۶ء تک واشنگٹن میں امورِ روس کا مشیر رہا اور پھر نیویارک یونیورسٹی میں فرائض تدریس سرانجام دیتا رہا۔

بڑے ذرائع تین ہیں۔ علم، عبادت اور صدقات۔ صدقات سے مراد بڑھوں، معذوروں، بے نواؤں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنا ہے۔ روس نے لوگوں سے خدا چھین کر عبادت سے اور مال چھین کر صدقہ وخیرات کی لذت سے محروم کر دیا۔ اُن کے پاس صرف علم رہ گیا ہے۔ جس پر کسی شریعت اور آسمانی صحیفے کا کنٹرول نہیں اس لیے ممکن ہے کہ وہ کسی وقت دنیا کی تباہی کا سبب بن جائے۔

ایک اشتراکی سے مکالمہ

ایک دن ایک اشتراکی سے معاشی نظام پر بحث چھڑ گئی تو وہ کہنے لگا کہ ہم ایک ایسا غیر طبقاتی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں اُونچ نیچ نہ ہو اور سب برابر ہوں۔

میں: آپ جانتے ہیں کہ ذہنی، جسمانی اور روحانی لحاظ سے افراد میں بڑا تفاوت ہوتا ہے۔ کوئی لمبا اور کوئی چھوٹا۔ کوئی طاقتور اور کوئی کمزور۔ کوئی تندرست اور کوئی بیمار۔ کوئی ذہین اور کوئی کند ذہن۔ علمی لحاظ سے کوئی آئن سٹائن ہے اور کوئی ابوجہل۔ ان تمام کو ہر لحاظ سے برابر رکھنا خلافِ عدل بھی ہے۔ اور خلافِ فطرت بھی۔ کیا اس کائنات میں زمین سے آسمان تک کہیں بھی مساوات نظر آتی ہے۔ کوئی درخت اُونچا ہے اور کوئی نیچا۔ کوئی سایہ دار ہے اور کوئی بے سایہ۔ کسی کے ساتھ پھل لگتے ہیں اور کسی کے ساتھ کانٹے۔ باغوں میں صد قسم کے پھول ہیں، سب کی ہیئت اور بُو مختلف۔ ہر پھل کا ذائقہ جُدا اور پتے الگ۔ یہی تنوع حسنِ کائنات ہے یہاں مساوات کی تلاش بے کار ہے۔

پھر یہ بھی تو سوچیے کہ اگر دُنیا کی ساری دولت تمام انسانوں میں برابر بانٹ دی جائے تو ہمارے کام کون کرے گا اور بوجھ کون اُٹھائے گا؟ چونکہ لوگوں کے مزاج اور شوق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ کوئی اپنی دولت عیاشی میں لُٹا دے۔ کوئی جُوا کھیل کر ہار جائے اور چند روز کے بعد پھر وہی ناہموار

پیدا ہو جائے۔

تسلیم! کہ آپ تعمیرِ ملک کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن آپ کی محنت سے آنے والی نسل ہی فائدہ اٹھائے گی۔ اور خود آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ محنت تو آپ کریں اور فائدہ کسی اور کو پہنچے؟

وکلا: کیا آپ کے اں اگلی نسلوں کے لیے کام نہیں ہوتا؟

میں: ہوتا ہے۔ لیکن ہم دو دنیاؤں کے قائل ہیں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ خدا عادل ہے اس لیے ہر شخص کو اس کے عمل کا اجر یہاں یا وہاں مل کر رہے گا۔ چونکہ آپ نہ خدا کے قائل ہیں نہ آخرت کے۔ اس لیے آپ کو اپنی محنت کا صلہ کہیں نہیں ملے گا۔

وکلا: تو پھر اس مساوات کا مفہوم کیا ہے جس کا چرچا صدیوں سے اسلامی حلقوں میں ہو رہا ہے؟

میں: اس مساوات کے دو مفہوم ہیں:۔

اوّل: یہ کہ تمام انسان قانون کی نگاہ میں برابر ہیں۔ جرم شاہ سے سرزد ہو یا گدا سے۔ دونوں برابر سزا پائیں گے۔

دوم: بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ سب احسن التقویم کے مالک ہیں۔ اور خدائی صورت پر پیدا کیے گئے ہیں۔ فرق ہے تو انفرادی تحصیلات یعنی علم، کردار اور اعمال کی وجہ سے۔ چونکہ علم و عمل کے لاکھوں مدارج ہیں۔ اس لیے انسانوں میں بھی یہ تفاوت پایا جاتا ہے۔

اسلام کا نظامِ معاشیات

اسلامی نظامِ معاشی کی بنیاد عدل، احسان، اخوت، انسانی محبت اور اللہ کے خوف پر رکھی گئی ہے۔ اس میں فرد کو پوری آزادی ہے کہ کسبِ رزق کی جائز راہیں تلاش

کرے اور اللہ کی راہوں میں دل کھول کر خرچ کرے۔ اللہ سے ڈرنے والے کبھی گراں فروشی، ذخیرہ اندوزی اور استحصال کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔

یَخَافُونَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ ۝

(نور - ۳۷)

(وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی)

زندگی کے معنی منازل طے کرنا گویا کسی دشوار گذار گھاٹی سے گزرنا ہے۔

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ (البلد ۱۲ تا ۱۶)

(جانتے ہو کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی گردن کو آزاد کرانا، یا مشکل ایام میں رشتہ دار، یتیموں یا گرد آلود مسکینوں کو کھانا کھلانا)۔

اشتراکی کیا جانیں کہ والدین کی خدمت، یتیموں، بے لاؤں اور بیواؤں کی پرورش غریب طلباء کے تعلیمی مصارف برداشت کرنے اور افادی ادارے کھولنے میں کتنی لذت ہے اور اس سے روح کو کتنی عظمت و رفعت نصیب ہوتی ہے۔

انفرادی ملکیت اسلام قیودِ ذیل کے ساتھ انفرادی ملکیت کی اجازت دیتا ہے:-

ا- اسراف نہ کریں۔

ب- عیاشی، بدکرداری اور مشاغل قبیحہ سے بچیں۔

ج- ہر حاجت مند کی مدد کریں۔

د- اپنے آپ کو ٹرسٹی سمجھیں اور جب سربراہِ ریاست آپ سے آپ کی جمع کردہ

دولت ملی مفاد کے لیے طلب کرے تو آپ بے چون وچرا پیش کردیں۔
ہ۔ زکوٰۃ اور دیگر واجبات باقاعدگی سے ادا کریں۔
و۔ ضابطۂ میراث کی پابندی کریں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ
ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۔ (روم۔۳۸)

(رشتہ دار کو اس کا حق دو، مسکین و مسافر کی مدد کرو۔ ان میں ان لوگوں کی بہتری ہے جن کی منزل اللہ ہے)۔

یاد رہے کہ کائنات کی تمام نعمتیں انسانوں کے لیے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی شامل ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ
..... كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ
وَلَا تُسْرِفُوْا ۔ (انعام۔۱۴۱)

(اللہ وہ ہے جس نے ایسے باغات پیدا کیے جن میں کچھ تو پھلدار بیلیں (انگور وغیرہ) ہیں۔ اور دیگر درخت ..... جب ان کے ساتھ پھل لگیں تو کھاؤ۔ لیکن غریبوں کو مت بھولو۔ اور اسراف سے بچو)۔

اسلام نے دولت جمع کرنے والوں اور سرمایہ داروں پر لعنت بھیجی ہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والا سرمایہ دار بن ہی نہیں سکتا۔ جو شخص حلال کی روزی کمائے، زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور نذر دیتا رہے۔ احکام میراث کی پابندی کرے۔ اور اپنے آپ کو اللہ کی طرف سے ٹرسٹی سمجھے وہ سرمایہ دار ہو ہی نہیں سکتا۔ سرمایہ داری نتیجہ ہے حرام خوری، سمگلنگ، رشوت، سٹہ بازی، ضمیر فروشی، وطن کے خلاف جاسوسی، ہیرا پھیری اور چوری چکاری کا۔ اور اسلام ان ذمائم کی بیخ کنی کے لیے آیا تھا۔

انصافاً فرمایئے۔ کہ یہ متوازن، معتدل، فطری تقاضوں کے عین مطابق، افراط و تفریط سے مبرا۔ دُنیوی آسودگی، اخروی ترقیع اور معنوی عظمت کا کفیل نظام جس کے ثمرات و نتائج دیکھ کر عصرِ رواں کے ماہر معاشیات انگشت بحیرت بدنداں ہیں۔ ایک اُمّی کا دماغ سوچ سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(حدید۔ ۹)

(یہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے بندے پر نہایت واضح اور روشن آیات اس لیے نازل کیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور بے شک اللہ انسانوں پر بہت مہربان ہے)۔

۱۴۔ خواب، قرآن اور علمائے عصر

حضور صلعم کا ارشاد ہے۔

لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ وَلَاکِنۡ المبشرات رؤیا الرجل المومن وھی جزءٌ من اجزاء النبوۃ

(مسند احمد بن حنبل ۔ ترمذی ۔ المستدرک للحاکم)

(میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا ہے) اور اب صرف بشرات (بشارات) باقی رہ گئی ہیں، یعنی مومن کے خواب جو نبوت کا ایک جزو ہیں)۔

یہی حدیث الفاظ کی ذراسی تبدیلی کے ساتھ صحیح مسلم، سننِ نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی مرقوم ہے۔

قرآنِ مقدس نے صرف چار خوابوں کا ذکر کیا ہے۔ اِن میں سے تین کا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام سے تھا۔ اور ایک کا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام زندانِ مصر میں قید کاٹ رہے تھے تو ایک روز دو قیدی اُن کے پاس آئے اور اپنا اپنا خواب بیان کرنے لگے۔ ایک نے خواب میں دیکھا کہ وہ انگوروں کا رس نچوڑ رہا ہے۔ دوسرے نے دیکھا کہ وہ سر پر روٹیاں اُٹھائے جا رہا ہے۔ اور اُن روٹیوں کو پرندے کھا رہے ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے پہلے سے کہا کہ تم جلد فرعون کے ساقی بن جاؤ گے اور دوسرے سے کہا کہ تم کو پھانسی دے جائے گی ۔ تم کئی ہفتے لٹکتے رہو گے ۔ پرندے تمہارا بھیجہ تک کھا جائیں گے ۔

۲ ۔ انہی دنوں فرعون نے خواب میں دیکھا کہ سات پلی ہوئی موٹی گائیوں کو سات دبلی گائیں کھا گئی ہیں ۔ ساتھ ہی گندم کے سات سبز اور سات خشک خوشے بھی دیکھے ۔ اس نے اپنے مشیروں ، درباریوں اور اہل علم سے اس کی تاویل پوچھی ۔ لیکن کوئی نہ بتا سکا ۔ اس موقع پر فرعون کے ساقی کو حضرت یوسفؑ کا خیال آگیا ۔ چنانچہ وہ زنداں میں گیا اور فرعون کا خواب بیان کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ سات سال تک مصر میں بہت عمدہ فصلیں ہوں گی ۔ کسانوں کو کہیے کہ وہ کچھ غلہ خوشوں ہی میں رہنے دیں ۔ پھر سات خشک سال آئیں گے ۔ جو خوراک کے تمام ذخائر کو ہڑپ کر جائیں گے ۔

یہ تاویل سن کر فرعون نے حضرت یوسفؑ کو جیل سے نکالا اور وزیر خوراک بنا لیا ۔ (یوسف ۔ رکوع ۵، ۶)

۳ ۔ ہجرت کے چھٹے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ۔ چنانچہ آپؐ پندرہ سو صحابہؓ کے ہمراہ چل پڑے ۔ لیکن قریش مکہ نے مزاحمت کی ۔ بالآخر چند شرائط پر صلح ہوئی ۔ یہ صلح نامہ معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ دو سال بعد حضورؐ نے آٹھ ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو گئے ۔ تمام اہل مکہ اسلام لے آئے اور حضورؐ نے سب کو معاف کر دیا ۔ اس خواب کا ذکر اللہ نے ان الفاظ میں کیا ہے :۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ۔

(فتح ۔ ۲۷)

(اللہ نے اپنے رسولؐ کا یہ خواب کہ وہ نہایت امن سے مسجد الحرام میں داخل ہو رہے ہیں، سچا کر دکھایا ہے)۔

آسٹریا کا مشہور طبیب، حکیم اور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ (۱۸۵۶ - ۱۹۳۹ء) خواب کو بد ہضمی، بیمار ذہن اور چند دیگر عوامل کا نتیجہ قرار دیتا ہے یا اُن خواہشات کا علامتی اظہار جو ناکام ہونے کے بعد لاشعور میں چلی گئی تھیں۔ فرائڈ کی تردید میں پہلی طاقتور آواز سوئٹزرلینڈ کے ایک فلسفی سی۔ جی۔ ینگ (C.G. Yung) نے بلند کی اور کہا:۔

"خواب خدا کی آواز ہے۔ یہ ایک پیغام ہوتا ہے، اشارات و علامات پر مشتمل۔ اسے سمجھنا اتنا ہی مشکل ہے جیسا کسی قدیم تحریر یا کتبے کو پڑھنا۔ خواب کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خواب دیکھنے والے کے حالات کو دیکھیں۔ اس کی مشکلات و خواہشات کو سمجھیں۔ خواب کے پورے ماحول پہ نظر ڈالیں، ایک ایک علامت کا تجزیہ کریں اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچیں۔" (ملخص)

(F. Fordhem:—An Introduction to Jung's Psychology, U.K. ۱۹۷۵ ص ۹۶)

میگرین کے سچے خواب

(H.V. Meegreen) آکسفورڈ میں پڑھتا تھا۔ ۸ مارچ ۱۹۴۶ء کی رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ۹ مارچ کے ایک اخبار میں گھڑ دوڑ کے نتائج پڑھ رہا ہے اور بنڈل نام کا ایک گھوڑا اوّل آیا ہے۔ یہ ریس کورس میں چلا گیا، وہاں اُسے معلوم ہوا کہ واقعی بنڈل نام کا ایک گھوڑا دوڑ میں شامل ہو رہا ہے۔ اس نے بھی ٹکٹ لے لیا اور تیں پونڈ جیت لیے۔

۲۷ دن بعد ۴ ر اپریل ۱۹۲۶ء کو اُسے پھر جیتنے والے گھوڑے کا نام خواب میں بتایا گیا۔ اس طرح کے سچے خواب اس نے چھ مرتبہ دیکھے۔

(ریڈرز ڈائجسٹ۔ جنوری ۱۹۵۲ء صفحہ ۲۴)

خود مجھے خوابوں کے تجزیے کا شوق ہے اور اپنا خواب بڑی حد تک سمجھ لیتا ہوں۔ اگر خواب میں بہتا ہوا صاف پانی یا مرغابیاں، بٹیر، تیتر، چکور اور سبزہ دیکھوں تو خوشی نصیب ہوتی ہے۔ سانپ، کتا، بچھو، چھپکلی یا چوہا نظر آئے تو کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے۔ ریل دیکھوں تو کوئی مہمان آتا ہے یا کسی کا خط۔

میرا ایک خواب

دنیا جانتی ہے کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت نے لاہور پر اچانک حملہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں طرفین کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ بالآخر اقوام متحدہ کی کوششوں سے ۲۲ ستمبر کو جنگ بند ہو گئی۔ ۸ ر اکتوبر ۱۹۶۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایوانِ صدارت (راولپنڈی) میں ایک جگہ کھڑا ہوں۔ وہاں کسی دعوت کا چرچا ہے۔ جس میں صدر ایوب خان، وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو اور بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے شامل ہونا ہے۔ صدر وزیر خارجہ کے ہمراہ مقامِ دعوت کی طرف چل پڑے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آگے گئے تو شاستری ایک زینے کے کنارے کھڑا تھا۔ سب نے اسی زینے سے اتر کر مقامِ دعوت تک جانا تھا۔ جب ایوب خان شاستری کے پاس پہنچے تو اُسے زور سے ایک دھکا لگا دیا وہ لڑھکتے ہوئے نیچے جا گرا اور مر گیا۔

میں نے یہ خواب اشاعت کے لیے روزنامہ جنگ کو بھیج دیا اور یہ ۸ ر اکتوبر ۱۹۶۵ء کے اخبار میں شائع ہوا۔

تین ماہ بعد روس کے وزیر اعظم کوسیگن نے شاستری اور صدر ایوب کو تاشقند میں صلح کے لیے بلایا۔ یہ وہاں ۴ ر جنوری کو پہنچے۔ ۱۰ ر جنوری کو دونوں نے ایک معاہدے

پر دستخط کیے۔ جب شاستری نے اس معاہدہ کی تفصیل سے اپنی کابینہ کی بعض ارکان کو فون پر مطلع کیا تو انہوں نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد شاستری پر دل کا حملہ ہوا۔ اور وہ ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء کی صبح کو ۲ بجے مر گیا۔

اس پر ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء کو امریکہ کے پریس نے یوں تبصرہ کیا۔

"امریکی براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے فرانسیسی نامہ نگار نے بتایا کہ جب شاستری نے اپنے رفقاء کو بھارت میں فون پر تفاصیل معاہدہ سے آگاہ کیا تو انہوں نے سخت احتجاج کیا۔ جس سے شاستری کی اس قدر دل شکنی ہوئی کہ اس پر دل کا حملہ ہو گیا۔ اور وہ چھ گھنٹے بعد مر گیا۔"

(پاکستان ٹائمز۔ اشاعت ۱۲ فروری ۱۹۶۶ء)

مسئلہ خواب پر ینگ کی رائے پیش کرنے کا مطلب خدا اور رسول کی تائید نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ عصر رواں میں کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے وسیع مطالعہ، طویل فکر و تحقیق اور تمام جدید وسائل سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر آج کا ایک جلیل القدر فلسفی پورے وثوق سے یہ اعلان کرتا ہے کہ خواب اللہ کی آواز ہے۔ اور نادانستہ طور پر وہ ہمارے حضورؐ کی تائید کر دیتا ہے تو قدرتاً یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس تاریک زمانے میں ایک امی نے علم النفس کے ایک نہایت پیچیدہ مسئلے پر صحیح، محکم اور مثبت رائے کیسے دی تھی، تو جواب ہے:۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

(نجم ۔ ۳ ۔ ۴)

(وہ (رسولؐ) اپنے دل کی بات نہیں کہتے۔ بلکہ اللہ کی بات سناتے ہیں)

---

۱۵ - رُوحانیّت

روحانیت ایک حسین داخلی انقلاب کا نام ہے جو پاکیزگی، بلند اخلاق اور اللہ کی عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ رُوحانیت نم زندگی ہے اور خالص مادّیت سیم زندگی۔ آج کی دُنیا سیم زندگی سے تو آشنا ہے۔ لیکن نم زندگی سے بیگانہ۔ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے ذکر، تقویٰ، خشیہ، محبت، خدمت اور عدل و احسان کی تعلیم دے کر ہمیں سوز و گداز کی لذّتوں سے آشنا کر دیا۔

انیسویں صدی کے اواخر تک یورپ میں سائنس کو علم کی آخری سرحد سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب اس کی سرحدیں مابعد الطبیعات سے مل گئی ہیں اور فزکس، میٹا فزکس کا شعبہ بن گئی ہے جس طرح مقناطیسی لہریں زمین میں اور برقی لہریں ایتھر میں سفر کرتی ہیں۔ اسی طرح جذبات و خیالات کی خاموش لہریں ایک دل سے دوسرے دل تک جاتی ہیں۔ کتنے ہی پیغام ان لہروں کے ذریعے دوسروں تک پہنچتے ہیں۔ مدینہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پیغام۔

یا ساریۃ الجبل (طبقاتِ سعد۔ الفاروق)

(اے ساریہ پہاڑ کے دامن میں ہو جاؤ)

شام میں حضرت ساریہؓ تک انہی لہروں کی وساطت سے پہنچا تھا۔ انگلستان کے شہرۂ آفاق روحانی فلسفی ڈاکٹر الیگزینڈر کانن نے اپنی کتاب (The Invisible Influence) میں اور امریکہ کے ولیم جیمز نے (The Religious Experience)[1] میں اس قسم

---

[1] ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم لاہوری نے اس کا اُردو ترجمہ نفسیاتِ وارداتِ روحانی کے نام سے کیا تھا۔

کے کتنے ہی پیغامات کا ذکر کیا ہے۔

کیمرج کے مشہور پروفیسر اور تاریخ ادب عربی کے مصنف ڈاکٹر آر نِکلسن نے اپنی ایک کتاب "رومی" (طبع لنڈن ۱۹۵۰ء) میں گذشتہ دو عالمی جنگوں کی ہلاکت آفرینی پر بحث کرتے ہوئے یورپ کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مشرق کے صوفیا، مفکرین اور اولیاء کی تحریرات کا مطالعہ کرے۔ کیونکہ:

This will open their eyes and they will see that the universe is spiritual and that men are sons of God.

(ص ۰)

(اس سے ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ اس حقیقت کو پالیں گے کہ یہ کائنات ایک رُوحانی حقیقت ہے۔ اور لوگ خدا کے بیٹے ہیں)۔

نارمن وِنسنٹ پیل کا قول ہے:۔

The universe is spiritual...the current scientific investigation lends support to the soul theory".

Stay Alive All your life. (طبع لنڈن - ۱۹۶۴ء، ص ۲۹۵)

(یہ کائنات ایک روحانی حقیقت ہے۔ موجودہ سائنسی تحقیقات اس نظریہ کی تائید کرتی ہے۔

ایک اور مغربی مفکر لکھتا ہے:۔

Science wi.hout conscience spells ruin for the soul, while consicence without science means ruin too (L. Pouwels:— The morning of the Magicians.

(طبع انگلینڈ - ص ۴۰)

(سائنس روحانیت کے بغیر اور روحانیت سائنس کے بغیر دُنیا کے لیے لعنت ہے)۔
ایک اور مفکر لکھتا ہے:۔

Send forth a great thought from Mount Sinai from galile and from the desert of Arabia and you may again remodel all men's institutions, change their principles of actions and breath a new spirit into the scope of their existence.

(W.S. Blunt:—The Future of Islam).

(طبع لاہور۔ ۱۹۷۵۔ ص ۱۲۲)

(دُنیا میں ایک نئی رُوح پھونکنے، اہلِ دُنیا کے رسم ورواج بدلنے اور انداز حیات کو تبدیل کرنے کے لیے کوہ طور، گلیلی یا صحرائے عرب سے روحانیت کی ایک طاقتور لہر مانگ لایئے)
فرانس کی ممتاز فلسفی برگساں (۱۸۵۹ — ۱۹۴۱ء) کہتا ہے کہ انسانی روح میں ایک ایسی طاقت خوابیدہ ہے کہ اگر وہ عیاں ہو جائے تو ہم اپنے آپ کو پہچان لیں اور کائنات کو ایک نئے نور سے دیکھنے لگیں۔
علامہ اقبال نے ۱۱ جولائی ۱۹۱۸ء کو اکبر الٰہ آبادی کی طرف ایک خط (مکاتیب اقبال) میں لکھا تھا۔
"میرے نزدیک حقیقی اسلام بے خودی اپنے ذاتی اور شخصی میلانات،

سلہ (Testament of Faith). طبع لاہور۔ ۱۹۰۵ء ص ۱۰

رجحانات اور تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا اس طرح پابند ہو جاتا ہے کہ انسان اس پابندی کے نتائج (فوائد) سے لاپروا ہو جاتے اور رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنا لے۔ اسلامی تصوف میں اسی کا نام فنا ہے

عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں عشق زمان و زمیں
عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب

(ضرب کلیم)

اقبال کے ہاں عشق یعنی روحانیت ایک زبردست توانائی ہے اور ایک ایسا محور جس کے گرد اس کی خودی گھومتی ہے۔ امریکہ کے ایک مفکر نارمن ونسنٹ پیل (Norman vincent Peale). نے ایک کتاب (Stay Alive All you Life). کے عنوان سے ۱۹۵۷ء میں لکھی تھی۔ اس کا بنیادی خیال یہ ہے کہ اللہ سے رابطہ قائم ہونے کے بعد انسان اپنے اندر ایک پُراسرار توانائی محسوس کرتا ہے۔ وہ جس طرف کا رُخ کرتا ہے، کامیابیاں اس کے قدم چومتی ہیں۔ اس میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہے۔ اس لیے اس کی کوشش ناکام نہیں ہوگی۔ اس کتاب کے چند اقتباسات حاضر ہیں:

Start living by faith, Pray earnestly and humbly and get into the habit of looking expectantly for the best (p. 3)

(اپنی زندگی میں ایمان کو داخل کرو۔ خضوع و خشوع سے دعائیں مانگو اور بہترین مستقبل کا انتظار کرو)

ILL —will corrodes the soul and impedes the channel through which spiritual and creative power flows. (p. 8).

(بدنیتی سے روح فرسودہ و مضمحل ہوجاتی ہے اور وہ راستہ بند ہوجاتی
ہے جس سے روح کو تخلیقی توانائی ملتی ہے)

They conquer who believe (p. 9. 10)

(خدا پر ایمان لانے والے جیت جاتے ہیں)

When you and God from a strong combination, then you can do the impossible (p. 17)

(جب تم خدا کو اپنا لیتے ہو تو ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہو)

Get your life right in terms of god's law—think believe and visualise success. (p. 23)

(اپنی زندگی کو خدائی قوانین کے سانچے میں ڈھال لو...... سوچو، ایمان
لاؤ، اور کامیابی کا انتظار کرو)

Real Power is developed in those deep centres of inner-quietness where the soul and the mind meet the God. (p. 219).

(حقیقی توانائی اُس خاموش و پُرسکون مرکز سے جنم لیتی ہے جہاں
کہ روح اور دماغ اللہ سے ملتے ہیں)۔

Put your trust in God and forget all fear. He has a plan for you and in such a situation who can be against you. (p. 237)

(اللہ پر اعتماد رکھو۔ ہر قسم کے خوف کو جھٹک دو اور یقین رکھو کہ کوئی طاقت تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی)۔

اللہ نے ہمیں روحانیت کا سبق دے کر ہزار مصیبتوں سے بچا لیا۔ رُوحانیت کو وہی لوگ بے کار کہتے ہیں جو زندگی کے باطن میں جھانک نہیں سکتے۔

۱۶- اسباب کا پُراسرار سلسلہ اور ملائکہ

عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ اُستاد کا نافرمان علم سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور باپ کے نافرمان کو نافرمان اولاد ملتی ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ راشی اور حرام خور اہلکار عموماً کسی مہلک مرض یا مستقل مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ دل کے چین، آنکھوں کی چمک اور چہرے کی تازگی سے محروم ہو کر ذلیل و بے وقعت رہ جاتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسانی اعمال کو ان کے نتائج تک پہنچانے میں کچھ مخفی کارکن ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔ نتیجہ فوراً مترتب ہو یا دس بیس سال بعد اچھے اعمال کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور اعمالِ بد کا بُرا۔ ایک شریف، خدا ترس، متقی، رحمدل اور ہمدرد انسان کی زندگی بڑے آرام سے گذرتی ہے۔ وہ عموماً مصائب، امراض، آلام اور حادثات سے محفوظ رہتا ہے۔ دوسری طرف ایک ٹھگ، چور، حرام خور اور ظالم کی زندگی مختلف مصائب اور حادثات کی زد میں رہتی ہیں۔ کبھی خود بیمار، کبھی مرض میں بیوی اور بچے گرفتار، کبھی تجارت میں خسارہ، کبھی شحنہ و محتسب کا ڈر اور کبھی آوارہ و بے راہ اولاد سے پریشانی۔

آسمانی و فطری حوادث مثلاً بجلیوں، سیلابوں، فصلوں کی تباہی، قحط، زلزلوں اور طوفانوں کا تعلق بھی ہمارے اعمال سے ہے۔ ہماری بدمستیاں، عیاشیاں، بدکاریاں اور کج راہیاں، خدائی قہر کو آواز دیتی ہیں اور وہ سیلاب و زلزلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآنِ حکیم نے متعدد واقعات کا ذکر کیا ہے مثلاً:-

۱۔ سورہ کہف (آیت - ۴۲) میں اللہ نے دو ایسے آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک کے پاس انگوروں اور کھجوروں کے دو باغ تھے۔ ان میں نہریں بہتی تھیں۔ اور وہ ہر سال بڑی مقدار میں پھل دیتے تھے۔ دوسرا غریب تھا۔ لیکن خدا ترس اور متقی۔ ایک دن باغوں کا مالک کہنے لگا کہ میں بڑی شان و شوکت کا مالک ہوں۔ میرے یہ باغ ہمیشہ اسی طرح رہیں گے۔ قیامت نہیں آئے گی۔ اور اگر آئی بھی تو میں وہاں بھی عزت و احترام پاؤں گا۔ دوسرے نے کہا کہ اللہ سے ڈرو۔ مال و جائیداد پر اتنا نہ اتراؤ۔ ممکن ہے کہ تیرا باغ کسی آسمانی آفت کی زد میں آجائے۔ اس کے چشمے سوکھ جائیں یا اس کا پھل پکنے سے پہلے ہی گر پڑے۔ لیکن اس نے سنی اَن سنی ایک کر دی اور:۔

وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝ (کہف - ۴۲)

(اس کا پھل آفت کی زد میں آگیا۔ وہ اپنی اس دولت پر جو اس نے باغ میں لگائی تھی۔ ہاتھ مل کر کہنے لگے۔ اے کاش! کہ میں خدائے واحد کی پرستش کرتا۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتا)

ایک اور واقعہ سورۃ القلم میں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ ایک باغ کے مالکوں نے رات کو فیصلہ کیا کہ وہ کل غربا و مساکین کے جاگنے سے پہلے صبح سویرے جاکر تمام پھل توڑ لائیں گے۔ وہ صبح کو جاگے۔ ایک دوسرے کو آواز دی۔ باغ کی طرف یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ آج ہم مساکین کے جاننے سے پہلے سب کچھ سمیٹ لائیں گے۔ اور انہیں کچھ نہیں دیں گے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ باغ کسی آسمانی آفت سے تباہ ہو چکا ہے۔ وہ اپنی محرومی پر ہاتھ ملنے اور ایک دوسرے کو کوسنے لگے اس پر :۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

(القلم - ۲۸، ۲۹)

(اُن کے ایک دانش مند نے کہا: کیا میں تمہیں بار بار یہ نہیں کہتا تھا کہ اللہ کی حمد و عبادت کرو (تاکہ آفات سے محفوظ رہو) وہ کہنے لگے: اللہ ظلم کے الزام سے پاک ہے۔ بے شک غلطی ہماری ہی تھی)۔

وادیِ عَرِم کا سیلاب

یمنی قبائل کے جدِّ اعلیٰ کا نام قحطان تھا۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے۔ ایک کا نام سَبا تھا۔ سبا کے دو بیٹے بہت مشہور ہوئے ہیں۔ کہلان اور حمیر۔ کہلان کی حکومت مآرب پر تھی اور حمیر کی یمن پر۔ مآرب ایک شہر کا نام بھی تھا۔ جو سبا کا دارالحکومت تھا اور ایک علاقے کا بھی۔ جو صنعاء و حضرموت کے درمیان واقع تھا۔ سبا کے دو دَور تھے۔ پہلا ۱۱۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک۔ اس کے سلاطین مکارب کہلاتے تھے۔ دوسرا ۵۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک۔

مآرب میں ایک وادی تھی کا نام عَرِم تھا۔ جہاں ملوکِ سبا میں سے ایک نے پتھر اور چونے سے بند بنا کر برساتی پانی جمع کر دیا تھا۔ نیچے دروازے تھے۔ جنہیں حسبِ ضرورت کھولا جا سکتا تھا۔ اس سے مآرب کی زمینیں سیراب ہوتی تھیں اور لوگ

---

[۱] پیدائش ۲/۲۸

[۲] زبیر احمد۔ ادب العرب۔ طبع دہلی - ۱۹۲۷ء صفحہ ۳ - نیز سمتھ ڈکشنری آف دی بائبل طبع اوّل ۱۰۰۸

بہت خوشحال تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اللہ کو بھول کر بدمستیوں میں ڈوب گئے۔ خدائی عذاب کی چکیاں حرکت میں آگئیں۔ عرم کا بند ٹوٹ گیا اور لوگ سیلاب سے تباہ ہوگئے۔ پاکستان بھی (۱۹۷۶ء میں) شدید سیلابوں کی زد میں آگیا تھا۔ ممکن ہے کہ اللہ ہم سے بھی اتنا ہی ناراض ہو جتنا کبھی اہل مارب سے تھا۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ۝ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ط

(سبا - ۱۵ تا ۱۷)

(اہل سبا کی بستیوں میں دائیں بائیں دو باغ ہمارے لطف و کرم کا ایک نشان تھے۔ شہر سرسبز و آباد تھا۔ اور اللہ مائل بہ کرم۔ وہ جتنا چاہتے اللہ کا عطا کردہ رزق کماتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ انہوں نے اللہ سے منہ موڑ لیا اور اللہ نے اُن پر وادی عرم کا بند توڑ دیا۔ اُن کے پھلوں والے باغ تباہ ہو گئے۔ اور اُن کی جگہ تلخ و ترش پھل والے پودوں یا جھاؤ اور بیری کے چند درختوں نے لے لی۔ یہ تھی ان کی نافرمانی کی سزا)۔

ایک مطمئن بستی

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا

يَصْنَعُوْنَ (نحل - ۱۱۲)

(اللہ تمہیں ایک بستی کا حال بتاتا ہے جو امن و امان کی زندگی گذار رہی تھی۔ اُسے ہر جانب سے کھلا رزق ملتا تھا۔ بالآخر اُس نے خدائی انعامات کا شکریہ چھوڑ دیا۔ وہ مائل بہ کفر ہو گئی۔ اور اللہ نے اُسے اپنی گرفت میں لے کر بھوک اور خوف میں مبتلا کر دیا۔ اس کے کرتوتوں کی سزا یہی تھی)۔

سزا کی صورتیں

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ج وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

(عنکبوت - ۴۰)

(ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہوں کی سزا دی۔ کسی پر پتھر برسائے۔ کسی کو کڑک نے آ لیا۔ کسی کو ہم نے زمین میں دھنس دیا۔ اور کسی کو پانی میں بہا دیا۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ پر خود ظلم توڑتے رہے۔

خفیہ کارکن

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ اعمال و نتائج کا مابین سلسلۂ اسباب کون فراہم کرتا ہے؟ نافرمان بیٹے کی اولاد کو کون نافرمانی پر اکساتا ہے؟ ظالم،

راشی اور انصاف فروشی کی بربادی کا منصوبہ کون بناتا ہے؟ آسمانوں کے لاتعداد کُرّوں کو اپنی مداروں پہ کون چلاتا ہے۔ بہاروں اور برساتوں کو وقت پہ کون بلاتا ہے؟ پھولوں میں رنگ، پھلوں میں رس، شبنم میں لطافت اور بوندیوں میں موسیقی کون بھرتا ہے؟ تو ہم یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ قدرت کے مخفی کارکن کر رہے ہیں۔ قرآن نے انہیں دو ناموں سے یاد کیا ہے۔ ملائکہ اور رُوح۔ ملائکہ کا کام بندوں کی حفاظت کرنا۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ (رعد - ۱۱)

(اللہ کے مخفی محافظ انسان کے آگے پیچھے وہ کر اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں)۔

اور ثابت قدم اہلِ ایمان کو خوف و غم سے بچاتا ہے۔ یہ انہیں جنت کی بشارت دیتے اور یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ان کے معاون رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۔ح

(جو لوگ رب کو اللہ کہنے کے بعد اس مسلک پہ جم جاتے ہیں۔ ان پر فرشتے نازل ہو کر کہتے ہیں کہ خوف و غم نہ کرو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم دنیا اور آخرت میں ہر جگہ تمہارے دوست رہیں گے)۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں پناہ گزین ہوئے اور کفار وہاں تک

جا پہنچے تو حضرت صدیقؓ مضطرب سے ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔

"گھبراؤ مت۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے ان پر سکون نازل کیا۔ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡہَا۔ اور فرشتوں کی ایسی فوج سے مدد کی، جنہیں آنکھ نہیں دیکھ سکتی تھی۔"

فرشتے کائنات کی مہیب توانائیاں ہیں۔ جو خیال، فکر اور ارادے تک کو اپنے کنٹرول میں لے سکتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ قریش مکہ کے مسلح ایجنٹ غار ثور تک جا پہنچے تھے۔ لیکن ان کے ارادوں کی باگ ڈور فرشتوں کے ہاتھ میں تھی ۔ چنانچہ انہوں نے غار کے اندر جھانکنے کا ارادہ ہی نہ کیا، اور واپس چلے گئے۔

فرشتے غزوات میں بھی حضورؐ کی مدد کرتے تھے۔ بدر میں پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہوا تھا (عمران - ۱۲۴) جب غزوۂ خندق کے وقت تقریباً پندرہ ہزار کفار مدینہ پر چڑھ آئے تو:-

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا وَّ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡہَا ط

(احزاب - ۹)

(ہم نے اُن پر سخت آندھی چلائی۔ نیز ایسے لشکر نازل کیے جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے تھے)۔

غزوۂ بدر کے وقت اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ:-

اِذۡ یُوۡحِیۡ رَبُّکَ اِلَی الۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ مَعَکُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ط

(انفال - ۱۲)

(میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم اہل ایمان کے دلوں میں صبر و ثبات بھرو)

ان مخفی توانائیوں نے ہر زمانے میں اللہ کے نیک بندوں کی مدد کی۔ اور آج بھی کرتے ہیں۔ بشرطیکہ مدد چاہنے والے تقویٰ و تقدس کی صفات سے آراستہ ہوں۔

کائنات میں ان فرشتوں کا کردار اتنا اہم ہے کہ ان پر ایمان لائے بغیر ہمارا نظامِ عقائد مکمل نہیں ہو سکتا۔

رُوح

اللہ "روح" سے بھی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ یہ رُوح فرشتوں سے الگ کوئی توانائی ہے۔ ممکن ہے کہ انبیاء و اولیاء کی ارواح قیدِ بدن سے آزاد ہونے کے بعد توانائی میں بدل جاتی ہوں اور لوگوں کی مدد کرتی ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی مدد ایک مقدس رُوح سے ہوتی تھی۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ۔ (بقرہ - ۲۵۳)

(ہم نے عیسیٰ کو کھلے نشانات (معجزات) دیے اور ایک مقدس رُوح سے اس کی مدد کی)۔

یہ اسی مقدس روح کی برکت تھی کہ حضرت مسیح اندھوں اور فالج زدوں کو صرف مَس سے صحت یاب کرتے۔ مٹی کے کھلونوں میں جان ڈالتے اور مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فرشتوں اور روح دونوں سے نوازتا ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ ۔ (نحل - ۲)

(اللہ فرشتوں کو رُوح کے ساتھ اپنے جس بندے پر چاہے اپنے حکم سے نازل کرتا ہے)۔

رَفِيعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ
أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ - (مومن - ۱۵)

(عرش کا مالک، بلند مرتبت رب اپنے جس بندے پر چاہتا ہے، رُوح نازل کرتا ہے)۔

بعض مفسرین نے رُوح سے رُوح الامین یعنی جبریلؑ سے مراد لیا ہے۔ لیکن آیۂ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ توانائیاں ہیں۔ کیونکہ عام مسلمانوں کی مدد بھی رُوح سے ہوتی رہی ہے اور شاید یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ

(مجادلہ - ۲۲)

(خدا و آخرت پر ایمان رکھنے والی قوم کبھی خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھتی - خواہ یہ ان کے آباء ہوں یا ابناء (بیٹے) بھائی ہوں یا دیگر اقارب - اللہ نے اُن کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا ہے اور رُوح سے اُن کی مدد کرتا ہے)۔

جنّ

جنّ ایک آتشیں مخلوق ہے۔ شیطان ان کا امیر ہے۔ ان میں سے بعض نیک ہوتے ہیں اور بعض بد۔

وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ (الجنّ - ۱۱)

(ہم جنوں میں سے بعض نیک ہیں اور بعض بُرے)۔
انہیں مسخر کرنے کے لیے لمبے چوڑے چلّوں، وظیفوں اور ریاضتوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر کوئی جن مسخر ہو بھی جائے تو وہ خود کچھ نہیں کرتا۔ صرف عامل کا حکم بجا لاتا ہے۔ خواہ یہ حکم کسی کی مدد کا ہو یا چوری چکاری کا۔ دوسری طرف رُوح یا فرشتے کو مسخر کرنے کے لیے صرف نیک بننا یعنی زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے۔

اِحسانِ عظیم

اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے لاتعداد فرشتے ہماری خدمت پر لگا رکھے ہیں۔ کوئی پھولوں میں رنگ، کوئی پھلوں میں رس بھر رہا ہے۔ کوئی ہواؤں اور گھٹاؤں پہ متعیّن ہے۔ کوئی ہماری حفاظت اور حاجت روائی پہ مامور ہے، مددگاروں کی یہ طاقتور فوج نہ ہوتی تو انسان بے بس ہو کر رہ جاتا اور کچھ بھی نہ کر سکتا۔
اس احسان کے دو پہلو ہیں۔ اوّل کہ اللہ نے فرشتوں سے ہماری مدد کی۔ دوم ہمیں اس مدد کی خبر دی۔ عصرِ رواں میں ہماری دانش گاہوں سے ایسے نوجوان نکل رہے ہیں جو ماورائے حجاب کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جو خدا تک کے وجود سے منکر ہیں۔ جن کی فکر سطحی، دانش ناقص اور نظر کوتاہ ہے۔ یہ لوگ اندھیرا پھیلا رہے ہیں اور زندگی کی اُلجھنوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط (البقرہ - ۲۵۷)

(اللہ اہلِ ایمان کا دوست ہے، انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جا رہا ہے۔ کفّار کی دوستی شیطانوں سے ہے۔ یہ

انھیں روشنی سے تاریکی کی طرف لے جاتے ہیں۔

ایک سوال

کیا آپ کے علم میں کوئی ایسا اگر کہیں موجود ہے جو حیات کے اس پُراسرار پہلو سے یوں باخبر ہو، جو کہ فرشتوں کی حقیقت اور ان کے اعمال و فرائض پر اتنے اعتماد و وثوق سے بحث کرتا ہو؟ اگر کوئی نہیں تو پھر اعلان فرمایئے کہ:

تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ‌ۚ

(حٰمٓ سجدہ - ۲)

(یہ کتاب رحمٰن و رحیم رب کی تنزیل ہے)

۱۷- قرآن کا معجزۂ فصاحت

فصاحت کیا ہے؟ الفاظ کا حُسن۔ حُسن کی وضاحت الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ حُسن کیا ہے؟ صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ چیز جس کو دیکھنے سے فرحت حاصل ہو، حسین ہے۔ مثلاً پھول، شبنم، سبزہ، جھیلیں، چشمے، دریا، کہسار وغیرہ۔ اور ہر وہ نظم یا نثر پارہ فصیح ہے جسے سُن کر زبان سے آہ یا واہ نکل جائے۔ یہ وصف قرآن کی زبان میں بدرجۂ کمال موجود ہے۔ الفاظ کی نِشست، بیان کا حُسن، خوبصورت استعارے، لطیف تشبیہات، شاعرانہ اسلوب، حقیقت نگاری، بلند موضوع اور مترنم روانی۔ یہ ہیں وہ محاسن جن کا نام قرآن ہے۔ ایک عربی دان قاری کے ذہن پر قرآن کے اندازِ بیان کا اثر اتنا شدید ہوتا ہے کہ بڑے بڑے گردن کش سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ عمر بن خطاب[1] اپنی تلوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں

---

[1] اس واقعہ سے ہر مسلمان باخبر ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ راہ میں کسی نے کہا کہ پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کی خبر لو۔ وہاں پہنچ کر پہلے تو دونوں کو پیٹا۔ مارتے مارتے تھک گئے تو کہنے لگے، جو کچھ پڑھ رہے ہو وہ مجھے بھی سناؤ۔ انہوں نے چند ہی آیات سنائی تھیں کہ عمر گداز میں ڈوب گئے۔ ان کے آنسو بہنے لگے اور اُٹھ کر سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہنچے۔ تلوار پھینک دی اور اسلام لے آئے۔

میں پھینک دیتے ہیں اور حبشہ کے شہنشاہ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہے۔

قریش مکہ کا ادبی مذاق اتنا بلند تھا کہ اس کی تسکین کے لیے ابوجہل، ابوسفیان، ولید بن مغیرہ اور کئی دیگر حضرات رات کو چھپ کر قرآن سنتے تھے۔ ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں بڑی تاثیر، لذت اور ہیبت ہے۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم پر عذاب آہی نہ جائے۔

(محمد رشید رضا، الوحی المحمدی

اُردو ترجمہ از رشید احمد ارشد۔ لاہور۔ ۱۹۶۰ء ص ۲۰۸)

ایک دفعہ ولید بن مغیرہ نے کہا تھا:۔

"خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں بڑی حلاوت، تازگی اور روشنی ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور مقابلہ کرنے والا پاش پاش ہوجائے گا۔"

(ایضاً۔ ص۱۹۵)

اس قسم کے سینکڑوں واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ تازہ واقعہ یہ ہے کہ انگلستان کا ایک گریجوایٹ کسی عرب ملک میں پادری کے فرائض سرانجام دینے کے لیے شام میں رہ کر عربی سیکھ رہا تھا۔ سال بھر میں اسے عربی میں خاصی دسترس حاصل ہوگئی۔ ایک رات اس نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا۔ آپ ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے:۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۙ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۙ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۙ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا

(النبأ۔ ۶ تا ۱۱)

"کیا ہم نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ اور پہاڑوں کو زمین کی

میخیں نہیں بنایا؟ کیا تمہیں زوج زوج پیدا نہیں کیا؟ کیا تمہارے لیے نیند کو سکون، رات کو پردہ پوشی اور دن کو معاش نہیں بنایا؟)

وہ ان آیات کی موسیقی، بلاغت، سلاست اور مضمون کی عظمت سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام لے آیا۔ (اسلام از آورجوائس ص۳۰ - از ابراہیم احمد باوانی)

قرآن نے چودہ سو برس سے تمام دنیا کو یہ چیلنج دے رکھا ہے کہ اگر ہمت ہے تو موضوع کی عظمت، فصاحت اور تاثر کے لحاظ سے قرآن کے انداز میں ایک سورۃ ہی لکھ لاؤ۔ لیکن آج تک کوئی نہ لکھ سکا۔ لوگوں نے فصاحت کے بڑے بڑے شاہکار پیدا کیے۔ مثلاً ابوالعلاء معرّی (۱۰۵۰ء) کی الفصول والغایات۔ جو اس نے قرآن کے جواب میں لکھی تھی۔ ابومحمد القاسم الحریری (۱۱۲۲ء) کی مقامات حریری۔ بدیع الزمان ہمدانی (۱۰۰۸ء) کی مقامات بدیعی اور متنبی۔ احمد بن حسین کوفی (۹۶۵ء) کا دیوان لیکن قرآن کا جواب نہ بن سکا اور نہ آئندہ اس کا کوئی امکان ہے۔

قرآن کا خاص وصف یہ ہے کہ وہ ہر نوع کے مضمون کو، خواہ وہ سیاسی ہو یا اخلاقی، جنسی ہو یا معاشرتی۔ اتنی محتاط، سنجیدہ، بلند اور پاکیزہ زبان میں بیان کرتا ہے کہ قاری داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کی کوئی آیت کسی عربی مقالے یا کتاب میں لکھ دیجیے۔ وہ یوں ممتاز نظر آئے گی جیسے ستاروں میں چاند۔ قرآن کا حُسن محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ

(ابراہیم - ۱)

(ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی کہ تم اللہ کی اجازت سے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاؤ۔ خدائے عزیز و حمید کی راہ یہی ہے۔)

قرآن اور علمائے مغرب

مغرب کے تمام اہلِ قلم متعصب اور بے انصاف نہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو قرآن کے مداح ہیں۔ مثلاً:-

ا۔ جرمنی کا شہرۂ آفاق فلسفی گوئٹے (۱۷۴۹ء — ۱۸۳۲ء) کہتا ہے:-

The Quran is a work with whose dullnes the reader is first disgusted, afterwords attracted by its charms and finally ravished by its beauties.

(J.D. Port : An Apology for Muhammad and the Quran. London 869, p. 67).

(قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ قاری پہلے تو اکتاہٹ محسوس کرتا ہے۔ پھر اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے اور بالآخر اس کے محاسن کے دھارے میں بہہ نکلتا ہے۔)

کارلائل (۱۷۹۵ء — ۱۸۸۱ء) لکھتا ہے:-

The deep-hearted son of the wilderness with his beaming black eyes and open social deep soul had other thoughts in him than ambition....the word of such a man is a voice direct from Nature's own heart. (Carlyle's works, Vol. VI, p. 225).

بے مڈنی - پورٹ کہتا ہے :-

The verses of the Quran become melodious and thrilling when describing the everlasting delights of Paradise. (Apology. 69).

It is more pure than the system of Zoroaster, More liberal than the law of Moses and less inconsistent with reason. (p. 86).

(صحرائے عرب کا یہ دانشمند فرزند جس کی کالی آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں
نکلتی تھیں جس کی مائل بہ جلوت ذات ایک کھلی کتاب تھی۔ حرص جاہ و
منصب سے کلیتہً پاک تھا اُس کی آواز فطرت کے دل کی آواز تھی......
جب قرآن میں نعمائے فردوس کا ذکر ہو رہا ہو تو اس کی آیات بڑی مترنم اور نغمہ خیز
ہو جاتی ہیں...... قرآن کا عطا کردہ نظام زرتشتی نظام سے پاک تر، موسیٰ
کی شریعت سے آزاد تر اور عقل سے قریب تر ہے)

امریکہ کا ایک فاضل (J. A. Michener) لکھتا ہے :-

The Koran is probably the most often read book in the world surely the most often memorized, written in an exalted style. Possessing the ability to arouse its hearers to ecstasies of faith. Its rhythms have been compared to the beats of drums and to the echoes of Nature. Readers Digest, June, p. 82.

۱ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو غالباً سب سے زیادہ پڑھی اور یاد کی جاتی ہے۔ اس کا اسٹائل اتنا شاندار ہے کہ سامع ایمان و عرفان کی مستیوں میں کھو جاتا ہے۔ اس کی موسیقی میں وہی کیف و لذت ہے جو دہل کی چوٹ میں ہو یا فطرت (بادل وغیرہ) کی گونج میں

اس فہرست میں بے شمار ناموں کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم اسی پہ اکتفا کرتے ہیں۔ کارلائل اور گوئٹے عالمی سطح پہ چوٹی کے مفکرین میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایک ایسی کتاب کی تعریف کی ہے جو ایک اُمّی عرب نے پیش کی تھی تو کتاب میں یقیناً کوئی ایسی بات ہو گی جس نے انہیں یہ کہنے پہ مجبور کر دیا کہ:۔

• محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز فطرت کے دل کی آواز تھی۔

---

۱۸ - الحکمہ

اللہ نے قرآنی تعلیمات کو بار بار الحکمہ کہا ہے :۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ ۔

(البقرۃ - ۲۳۱)

(اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور اس احسان کو بھی کہ اس نے تمہیں کتاب و حکمت سے نوازا)

یہ حکمت تمام انبیاء کو دی گئی تھی۔ مثلاً :۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔

(النساء - ۵۴)

(ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت دی تھی)۔

حضرت لقمانؑ کے متعلق ارشاد ہوا :۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ۔ (لقمان - ۱۲)

(ہم نے لقمانؑ کو حکمت سے نوازا تھا)

لفظ حکمت کی تشریح

"حکمۃ" کے لغوی معنی ہیں :۔ فلسفہ، دانش، علم، فیصلہ، حکم، یقین، کلامِ محکم، کلامِ حق، اور وہ سبق جو تجربوں کے بعد حاصل ہو۔ (المنجد)

انسان بار بار پٹا۔ وہ آسمانی آفتوں اور زمینی مصیبتوں کا شکار رہا۔ وہ بات بات پر دوسروں سے اُلجھا۔ بار بار اس کا سکون تباہ ہوا۔ اس کے معاشرتی حالات سنبھل سنبھل کر بگڑے۔ اس کے دانشمندوں نے صدیوں تک سوچا کہ اسے اُلجھنوں سے بچانے اور امن و سلام کی شاہراہ پر ڈالنے کے لیے کیا کیا جائے۔ انہیں کبھی کبھی جزوی کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ لیکن اس پیچیدہ مسئلے کا کوئی مستقل حل تلاش نہ کر سکے۔ پیاسی کھیتیوں پر مینہ برسانے والے رب کو آخر انسان پر رحم آیا اور آسمان سے وہ محکم و روشن اصول نازل کیے جن کا عمل کرنے کا لازمی نتیجہ امن و سلام اور انسانیت کا فروغ تھا۔ مسلمانوں نے ان اصولوں کو اپنایا اور ایک ہزار سال تک نہایت پرامن اور شاہانہ زندگی بسر کی۔ پھر انہیں چھوڑ دیا اور ہر جگہ پٹ گئے۔ نہ اُن کے پاس علم و عشق رہا۔ نہ دولت و سیاست۔ آج وہ کبھی یورپ کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی روس اور چین کی طرف۔ لیکن اس عظیم کتاب کو نہیں دیکھتے جس کی تعلیمات عزت و عظمت کی ضامن اور امن و سلام کی کفیل ہیں۔

بعض اشتراکی ذہن کے سکالر کہتے ہیں کہ اسلام عرصۂ جدید کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نام ہے عبادت، صداقت، دیانت، خدمت، محبت، غریب پروری، ایثار، انصاف اور انکسار کا۔ اِن میں سے کونسی قدر ہے جو زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتی؟ کیا آدم تو کو سچائی، دیانت اور انصاف وغیرہ کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا کوئی معاشرہ ان قدروں کے بغیر ایک دن بھی زندہ رہ سکتا ہے؟ کیا آپ کو اسلام پر یہ اعتراض ہے کہ وہ عورت سے آزادانہ اختلاط کی اجازت نہیں دیتا۔ کچھ تو سوچیے کہ اگر ہر شخص کو یہ آزادی مل جائے تو کیا ہر گھر کا سکون تباہ نہیں ہو جائے گا۔ زید کی بیوی کو عمر لے اُڑے گا اور عمر کی بیوی کو خالد۔ انساب کا سلسلہ آبا سے کٹ جائے گا۔ اور کوئی کسی کا وارث نہیں رہے گا۔ کیا آپ اس صورتِ حال کو

برداشت کر لیں گے! کوئی ایسا قدم اُٹھانے سے پہلے یورپ کے کروڑوں نفوس سے بھی پوچھ لیجیے جو پچاس سال سے اِس آزادی کی سزا بھگت رہے ہیں۔

حکمتِ قرآن

قرآن کی حکمت و دانش ۶۲۳۸ آیات میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں صرف دو صفحات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ پہلا صفحہ حکمتِ عامہ پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا حکمتِ لقمان پر۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ....

...... ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ

(بنی اسرائیل - ۲۳ تا ۳۹)

(تمہارے رب کا یہ فیصلہ ہے کہ صرف اُسی کی پرستش کرو اور والدین سے احسان کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے یا دونوں تو اُن کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ نہ انہیں ڈانٹو بلکہ ادب سے بات کرو۔ از راہِ محبت اُن کے سامنے جھک جاؤ۔ اور دُعا مانگو کہ اے ربّ! تو اُن کی اسی طرح پرورش کر جس طرح انہوں نے میری پرورش کی تھی۔ اللہ تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے۔ اگر تم والدین کے حق میں مخلص ہو تو وہ تمہاری لغزشوں کو معاف کر دے گا۔ اقربا، مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو اور اسراف سے بچو کہ اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اللہ کا باغی ہے۔ اگر افلاس کی وجہ سے تم مساکین و اقربا کا حق ادا نہ کر سکو اور تمہیں خدائی رحمت کی اُمید ہو تو نرمی سے معذرت کر لو۔ تم نہ تو بخل سے کام لو اور نہ اسراف سے۔ تاکہ بے بس ہو کر ہدفِ ملامت نہ بن جاؤ۔ تمہارا رب ہر آدمی کے احوال سے آگاہ ہے۔ اور اسی لیے

خاص مصالح کے تحت وہ رزق کھولتا اور بند کرتا ہے۔ مجبوری کے خوف سے اپنی اولاد کو (جاہل سکھ کر) قتل نہ کرو کہ سب کے رازق ہم ہیں اور قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ زنا کے قریب تک نہ پھٹکو کہ یہ بے حیائی کا قابل نفرت راستہ ہے۔ خون بہانا حرام ہے۔ اسی لیے کسی زبردست جواز کے بغیر کسی کو قتل نہ کرو۔ اگر کوئی شخص بے سبب قتل ہو جائے تو مقتول کے وارث کو قصاص کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن وہ انتقام لیتے وقت کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔ ہم اس کی مدد کریں گے جب تک یتیم جوان نہ ہو جائے۔ اس کے مال کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ وعدوں کو پورا کرو کہ ان کے متعلق باز پرس ہوگی۔ ماپ تول میں کمی نہ کرو۔ اور صحیح ترازو سے تولو کہ تمہاری تجارت اسی طرح پھلے پھولے گی۔ جس بات کی حقیقت کا علم نہ ہو، وہ مت مانو کہ کان، آنکھ اور دل کے صحیح استعمال کے متعلق جواب دینا پڑے گا۔ زمین پر اکڑ کر مت چلو کہ تم نہ تو زمین کو پھاڑ سکو گے۔ نہ پہاڑوں سے بلند تر ہو سکو گے۔ اس قسم کی باتیں اللہ کو ناپسند ہیں۔ یہ ہے وہ حکمت جو تیرے رب نے تیری طرف بوساطتِ وحی بھیجی ہے)۔

حکمتِ لقمان

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ......

...... اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝

(لقمان - ۱۲ تا ۱۹)

(ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی۔ اور کہا کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ اللہ کا شکر ادا کرنے والا در اصل اپنا شکریہ ادا کرتا ہے لقمان نے

اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اللہ کا کوئی شریک نہ بنانا کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔
اللہ نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ والدین سے احسان کرے۔ ذرا ماں
کی قربانی تو دیکھو کہ اُس نے بڑے دُکھ اُٹھا کر (دس ماہ تک) بچے کو
پیٹ میں رکھا۔ پھر دو برس تک دُودھ پلایا۔ اس لیے اپنے والدین اور
اپنے رب کا شکریہ ادا کرو۔ اور مت بھولو کہ تم نے آخر اللہ کے ہاں
جانا ہے۔ اگر تمہارے والدین تمہیں شرک پر مجبور کریں تو اُن کا یہ حکم
مت مانو۔ لیکن اُن سے نہایت عمدہ سلوک کرو۔ اور ان لوگوں کے نقش
قدم پر چلو جو تائب ہو کر اللہ کی طرف مڑ گئے ہوں۔ تم نے آخر اللہ کے
ہاں جانا ہے۔ اور وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اے بیٹے!
اللہ تمہارے ہر عمل کا، خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو، وہ کسی چٹان میں ہو
یا زمین و آسمان میں، پورا حساب کرے گا۔ اللہ لطیف بھی ہے اور
باخبر بھی۔ اے بیٹے نماز قائم کرو۔ خیر کی تبلیغ کرو۔ شر سے روکو اور
مصائب پہ صبر کرو کہ اولوالعزم لوگوں کا شیوہ یہی ہے۔ لوگوں سے
بے نیازی نہ برتو۔ اور اکڑ کر مت چلو کہ اللہ متکبر کو پسند نہیں کرتا۔
جب چلو تو درمیانی چال سے چلو اور دھیمی آواز میں بات کرو کہ گدھے
کی آواز ناگوار ترین آواز ہے)۔

ہمارے تمام فلسفی فیثا غورثیس (۵۸۲ - ۵۰۶ ق م) سے برگساں (۱۸۵۹ - ۱۹۴۱ء)
تک رازِ مسرت کی تلاش میں رہے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے سینکڑوں ضابطے
تیار کیے۔ لیکن اُن پر عمل کرنے کے لیے دس آدمی بھی آگے نہ بڑھے۔ دوسری طرف
حکمتِ قرآن کو ماننے والوں کی تعداد آج ایک سو کروڑ بھی متجاوز ہو چکی ہے۔ انسان
ساختہ ضابطوں میں آئے دن تبدیلی کی جاتی ہے لیکن حکمت قرآن میں ایک شوشہ تک

نہیں بدلا اور نہ مستقبل میں کبھی اس کی ضرورت پیش آسکے گی۔ انسانی فطرت کے تمام رجحانات و میلانات از ازل تا ابد اللہ کے سامنے تھے۔ ان کی تہذیب و اصلاح کے لیے اللہ نے وہ ہدایات نافذ کیں جو پہاڑوں کی طرح محکم، سمندروں کی طرح پُر جلال اور مہر و ماہ کی طرح قائم و دائم ہیں۔

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

(ھود - ۱)

(یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات محکم ہیں اور ان کی تفصیل حکیم و خبیر نے مہیا کی ہے)۔

۱۹۔ حضورؐ کی سیرت اور قرآن حکیم

میرے ایک پروفیسر دوست نماز سے بھاگتے تھے۔ میں نے کوئی آٹھ برس تک نماز کے فوائد پر دلائل دیے۔ ائمہ اسلام کی آرا پیش کیں اور ترغیب کا ہر انداز استعمال کیا۔ لیکن وہ راہ پر نہ آئے۔ میں سوچنے لگا کہ کسی شخص سے اس کی عادت اور اندازِ زندگی چھڑانا کتنا مشکل ہے۔ میں فلسفے کا ڈاکٹر، پروفیسر اور تین درجن کتابوں کا مصنف بھی ہوں۔ لیکن ایک مسلمان پروفیسر سے ایک چھوٹی سی بات نہ منوا سکا۔ دوسری طرف عرب کے ایک اُمّی (فداہ ابی و اُمّی) کا کمال دیکھیے کہ شدید مزاحمت اور زہرہ گداز دشواریوں کے باوجود چار لاکھ شرابیوں، جواریوں، بُت پرستوں، لٹیروں اور وحشیوں کو تہذیب و اخلاق کی ان بلندیوں تک پہنچا دیا کہ ایک دنیا نے اُن پر درود و سلام بھیجا۔ اور خود حضورِ پُر نور نے اعلان فرمایا:۔

اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔

(میرے ساتھی روشن ستارے ہیں۔ تم جس کی بھی اقتدا کرو گے، منزل کو پا لو گے)۔

وہ چار لاکھ بڑھتے بڑھتے آج ۱۹۷۷ء میں سو کروڑ بن چکے ہیں۔ آج دنیا میں اُن کی ۴۷ سلطنتیں قائم ہیں۔ افریقہ کا سیاہ برِاعظم تیزی سے اسلام قبول کر رہا ہے۔ ۶۴۲ء میں جب فاتح مصر حضرت عمروؓ بن عاص نے مصر میں قدم رکھا تھا تو سارے برِاعظم میں حضرت بلالؓ کے سوا کوئی اور مسلمان نہیں تھا۔ لیکن آج وہاں مسلمانوں

کی تعداد تیس کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔ کیا یہ عدیم المثال کامیابی ایک معجزہ نہیں؟ اور کیا یہ معجزہ اس حقیقت کا اعلان نہیں کہ سب کچھ اللہ کر رہا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک آلہ کار تھے؟

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ؕ

(انفال - ۱۷)

(میدانِ جنگ میں تم نے تیر نہیں چلائے تھے۔ بلکہ اللہ نے چلائے تھے)۔

ایک گھر کے لوگ گھر والوں کی خامیوں سے پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ خصوصاً بیوی، جو اچھے سے اچھے شوہر سے بھی بدگمان ہوتی ہے۔ جب حضورؐ نے دعوائے نبوت کیا تو سب سے پہلے آپ کی زوجہ حضرت خدیجہؓ آپ پر ایمان لائیں۔ پھر حضرت علیؓ اور پھر اُن کا غلام حضرت زیدؓ۔ حضورؐ کی نبوت پر سب سے بڑی شہادت حضرت خدیجہؓ کا ایمان ہے۔

جب حضورؐ کی آواز صحرائی قبائل تک پہنچی تو اُن کے بے شمار وفد مدینہ میں آنے لگے۔ وہ حضورؐ کو دیکھتے، اُن کے کردار کا مطالعہ کرتے۔ اُن کی باتیں سُنتے اور پھر ایمان لے آتے۔ اس انقلاب کا سبب حضورؐ کا پاکیزہ کردار تھا۔ جس کے ساتھ صداقت، تقدس، دیانت، امانت، عبادت، خلوص، محبت، عدل، احسان اور ایثار کی طاقت شامل تھی۔ نیز اللہ کا وہ کلام جو دلوں میں اُتر کر روح میں زلزلے اُٹھا دیتا تھا۔

قرآن نے اعلان کیا کہ نوعِ انسان کا باپ ایک تھا۔ یعنی آدمؑ اور تمام انسانیت ایک ہی گھرانہ تھی۔ بعد میں جاہ پسند اور خودغرض قائدین نے اُسے گروہوں، طبقوں، قوموں اور ذاتوں میں تقسیم کر کے اُس کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اب سلیم الفکر مفکرین کی کوشش یہ ہے کہ انسانیت کو پھر متحد کریں اور اس مقصد کے لیے وہ مشترک بنیادیں تلاش کر رہے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ توحید یعنی خدائے واحد

کی پرستش اتحاد کی بنیادی شرط ہے۔ قرآن نے توحید پر اتنا کچھ کہا اور شرک کو اتنا دگیدا ہے کہ اگر ہم قرآن کو کتاب التوحید کہہ دیں تو شاید بے جا نہ ہو۔ حضورؐ نے ایشیا و افریقہ سے بُت پرستی کو یُوں مٹایا کہ چودہ سو سال گزرنے پر بھی وہ واپس نہ آسکی۔ ایک مستشرق کا قول ہے :-

If we consider what the Arabs were before Mohammad's appearance and what they became after it, if we reflect upon the enthusiasm kindled and kept alive by his doctrine in the breasts of millions of the human race, We cannot but feel that to with-hold our admiration from so great a man would be the most flagrant in justice (J.D. Port :– An apology for Mohammad. London 1869, p. vi).

(اگر ہم یہ سوچیں کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے پہلے عرب کیا تھے اور بعد میں کیا بن گئے۔ اور اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھیں کہ جو جوش و جذبہ آپ کی تعلیم نے پیدا کیا تھا وہ کروڑوں سینوں میں آج بھی موجود ہے تو پھر اس عظیم انسان کی تعریف نہ کرنا شدید نا انصافی ہو گی)

آسٹریلیا کا ایک مستشرق جو بعد میں اسلام لے آیا تھا۔ اور آج (۱۹۷۷ء) بھی زندہ ہے قرآن کے متعلق کہتا ہے :-

The Quran has fundamentally affected the religious, social and political history of the world...It shook Arabia and made a nation out of its perennially warring tribes. Within a few decades it outstepped confines of Arabia and produced the first ideological society known to man......
Through its insistence on conciousness and knowledge, it engendered among its followers a spirit of intellectual curiosity and independent inquiry, ultimately resulting in that splendid era of learning and scientific research which distinguish the world of Islam at the height of its cultural vigour...and gave rise to that revival of western culture which we call the Renaissances (Can the Quran be translated:

محمد اسد

(جنیوا - ۱۹۶۴ء صہ)

(قرآن نے دنیا کی مذہبی، سماجی اور سیاسی تاریخ پر زبردست اثر ڈالا،
اس نے جزیرہ نمائے عرب میں ایک تہلکہ ڈال دیا - اور محارب قبائل کو ایک
قوم بنا دیا - اسلام کے آفاقی افکار، عرب کی سرحدوں کو جلد پھلانگ گئے
اور انہوں نے دنیا کی پہلی نظریاتی ملت کو جنم دیا - علم و شعور کے متعلق اسلام
کی تاکیدی ہدایات سے اس کے پیروؤں میں ذوقِ جستجو پیدا ہو گیا اور علم و
تحقیق کے اس شاندار دور کا آغاز ہو گیا - جس نے دنیائے اسلام کو تہذیب

تمدن کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ اور جس سے یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

ایک اور مستشرق کہتا ہے:۔

Mohammed should be judged as a great former and legislator and must be acknowledged as the very greatest man whom Asia can claim as one of the rarest and most transeendant geniuses the world ever produced.

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عظیم مُصلح اور قانون ساز تھے۔ انہیں ایشیا کا سب سے بڑا انسان اور دنیا کا عظیم ترین نابغہ تصور فرمائیے۔

اس صادق راست باز، امین اور بلند کردار رسولؐ کا یہ دعویٰ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔

[1] An Apology for Mohammed :— J.D. Port.

بشاراتِ قرآن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش گوئیاں کرنے کی عادت نہیں تھی۔ آپ وہی بات کہتے تھے جو اللہ بوساطت جبریلؑ آپ کو بتاتا تھا۔ انسانی نظر مستقبل کے اندھیروں میں جیر کر آنے والے واقعات کو نہیں دیکھ سکتی۔ جو لوگ موجودہ حالات سے آنے والے واقعات کا اندازہ لگا لیتے ہیں، کبھی کبھی اُن کا اندازہ درست ہوتا ہے۔ لیکن اسے پیش گوئی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ اسباب و علل سے نتائج اخذ کرنے کی ایک کوشش ہوتی ہے۔

گزشتہ جنگِ عظیم میں اس ضلع کے ایک نیم سرکاری ہفت نامے کی ادارت میرے سپرد تھی جب ۱۹۴۱؁ء میں ہٹلر نے رُوس پر اچانک حملہ کر دیا تو میں نے اداریہ کا عنوان قائم کیا:

"ہٹلر کی شکست یقینی ہے اور بالآخر وہ خودکشی کرے گا۔"

دلائل یہ دیئے کہ ہٹلر پہلے ہی برطانیہ، امریکہ، فرانس، بلجیم، ہالینڈ، آسٹریا، آسٹریلیا، کینیڈا اور دیگر اتحادیوں سے برسرِپیکار ہے۔ اب اس نے رُوس پر حملہ کر دیا ہے جس کے پاس دو سو ڈویژن فوج، ہزاروں ٹینک اور طیارے ہے۔ نیز غذا، خام مال اور دیگر اشیاء کے بے پناہ ذخائر ہیں۔ پھر اس کا رقبہ چھیاسی لاکھ مربع میل سے کم نہیں۔ اسے شکست دینا تقریباً ناممکن ہے۔ جب ہٹلر رُوس کے میدانوں میں دو تین برس تک لڑتے لڑتے تھک جائے گا تو تازہ دم امریکہ یورپ میں اُتر کر ہٹلر کو دبوچ لے گا چونکہ ہٹلر انتہا درجے کا جذباتی، مغرور اور خود پسند واقع ہوا ہے۔ اس لیے وہ اس ذلت کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ اور اپنے آپ کو گولی مار دے گا۔ بات

بالکل ایسی ہی ہوئی لیکن یہ پیش گوئی نہیں تھی۔ بلکہ واقعات سے نتائج اخذ کئے گئے تھے۔

قرآن کی پیشگوئیاں ایسے واقعات کے متعلق ہیں جن کی علامات تک کہیں موجود نہ تھیں اور جن کے متعلق قبل از وقت کوئی اندازہ لگانا ممکن تھا۔ اِن بشارات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:۔

اوّل: وہ جو ابھی تک وقوع پذیر نہیں ہوئیں۔ مثلاً:۔

ا۔ یاجوج ماجوج کا ظہور۔

ب۔ دابۃ الارض کا خروج۔

ج۔ حضرت مسیح کا نزول۔

د۔ قیامت کا آنا...... وغیرہ۔

دوم: وہ جو پوری ہو چکیں۔ اُن کی تفصیل یہ ہے:۔

ا۔ ابوجہل کی تباہی۔

ب۔ رُوم کی فتح۔

ج۔ ابولہب کی بیوی کے گلے میں رسّی۔

د۔ مکّہ کی فتح۔

ھ۔ مسلمانوں کو حکومت کی بشارت۔

و۔ قرآن کی حفاظت اور تدوین کا وعدہ۔

ز۔ عہد ابراہیم میں حج کے لیے پکار۔

ح۔ فرعون کی لاش۔

ہم یہاں قسم دوم کی بشارات پہ بحث کریں گے۔

۲۰- فرعونِ موسیٰؑ کی لاش

بشارات کی شہادت

قرآن کے کلام اللہ ہونے پر اس سے بڑی شہادت کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن میں فرعون کے متعلق ایک ایسی پیش گوئی موجود ہے جس کا ذکر تورات اور دیگر آسمانی صحائف میں نہیں تھا - اور جو تقریباً ساڑھے تین ہزار برس کے بعد بیسویں صدی کے آغاز میں پوری ہوئی - پوری کہانی یوں ہے :-

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُہٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَآ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً ؕ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝

(یونس - ۹۰ تا ۹۱)

(ہم بنو اسرائیل کو سمندر سے پار لے گئے اور فرعون نے خباثت و شرارت کی بنا پر اپنے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا اور جب ڈوبنے لگا تو پکار اٹھا کہ میں بنی اسرائیل کے خدائے لاشریک پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں - اللہ نے کہا اب کیا فائدہ - تم اب تک نافرمان و مفسد رہے ہو - آج ہم تمہاری لاش کو بچا کر رکھیں گے تا کہ تو آنے والی

نسلوں کے لیے ایک نشان اور درسِ عبرت بن جائے۔ بیشک لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہمارے نشانات سے بے خبر ہے)۔

عہدِ رسالت میں عرب اقوامِ عالم کی تاریخ، تہذیب، تمدن، اُن کے آثار اور علوم و فنون سے مطلقاً ناآشنا تھے۔ انہیں یقطعاً معلوم نہ تھا کہ فرعون کتنے تھے؟ اور وہ کب سے مصر پر حکومت کر رہے تھے؟ رہی کھدائیاں تو مصر میں اُن کا آغاز پچھلی صدی (انیسویں) کے اواخر میں ہوا تھا۔ اور فرعونِ موسیٰ کی لاش ۱۹۰۷ء میں ایک انگریز مفتش سر ژ افلن سمتھ کی کوششوں سے برآمد ہوئی تھی۔ مصر کے ایک محقق و مفتش احمد بیگ لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے فرعون دو تھے۔ اوّل رامسس دوم جس کا تعلق فراعین کے انیسویں خاندان سے تھا۔ اس خاندان کا بانی رامسس اوّل تھا جس نے صرف دو برس حکومت کی تھی۔ اس کا جانشین سیتی (SETI) اوّل تھا۔ اس کے بعد رامسس دوم تخت نشین ہوا۔ اور ۶۷ سال تک برسرِ اقتدار رہا۔ حضرت موسیٰؑ کی ولادت اسی کے زمانے میں ہوئی اور آپ چالیس سال تک اسی کے ہاں رہے تھے۔ خروج سے ایک برس پہلے اس کی وفات ہو گئی اور منفطہ (MINEPTAH) اس کا جانشین بنا۔ یہ رامسس دوم کا بیٹا تھا۔ بنی اسرائیل کا تعاقب اسی نے کیا تھا اور بحرِ قلزم میں یہی غرق ہوا تھا۔

لہ تفسیر جواہر القرآن - جلد ۲ طبع مصر ۱۳۴۶ھ پہلا ایڈیشن۔
از علامہ جوہری طنطاوی مصری۔

لہ فراعین کے تیس خاندان تقریباً ساڑھے تین ہزار سال تک برسرِ اقتدار رہے۔
تمام فرعونوں کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی۔
(انسائیکلوپیڈیا برطانیکا - جلد ۸ ص ۶۹)

جب اس کا تابوت برآمد ہوا تو کئی علمائے آثار کے سامنے اسے کھولا گیا اور کئی شہادتوں کی بنا پر اعلان کیا کہ یہ منفطہ کی لاش ہے۔

میرے ایک خط کے جواب میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا۔

" لاہور۔ ۲۰ نومبر ۱۹۶۰ء

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ غرق شدہ فرعون کے بارے میں زیادہ تر معلومات مجھے لوئس گولڈنگ (Louis golding) کے سفر نامے

In the steps of Moses the Law Giver

سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنے اس تحقیقاتی سفر نامے میں لکھا ہے کہ رعمسیس دوم وہ فرعون تھا جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تھے اور بنی اسرائیل پر جس کے مظالم مشہور و معروف ہیں۔ اس لیے اس کو (Pharach of the Persecution). کہا جاتا ہے اور جس فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اور جو بحر احمر میں غرق ہوا تھا، وہ رعمسیس کا بیٹا (Mineptah) تھا گولڈنگ کی کتاب اور برٹانیکا کے مضمون (Egypt.) دونوں میں لکھا ہے کہ تھیبس (Thebes) میں اس کے (Mortuary Temple) سے ایک ستون ۱۸۹۶ء میں Flinders Petric. کرملا تھا جس پر اس نے اپنے عہد کے کارنامے کندہ کرائے تھے۔ اسی ستون سے پہلی مرتبہ مصر میں اسرائیل کے وجود کی تاریخی شہادت ملی۔ برٹانیکا کے مضمون (Mummy) میں ذکر ہے کہ ۱۹۰۷ء میں ایک

انگریز ماہر علم التشریح [Sir Grafton Elliot Smith]
نے میوں کو کھول کھول کر ان کے حنوط کی تحقیق شروع کی تھی اور ۴۴ میوں
کا مشاہدہ کیا تھا۔ گولڈنگ لکھتا ہے کہ ۱۹۰۷ء میں سمتو کو نیتر (منفطہ)
کی لاش ملی۔ اس کی پٹیاں کھولی گئیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے جسم
پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی۔ جو کسی اور ممی کے جسم پر نہیں پائی گئی۔ گولڈنگ
مزید یہ بات بھی بیان کرتا ہے کہ فرعون بحیراتِ مرہ[1] میں غرق ہوا تھا، جو
اس زمانے میں بحر احمر سے ملی ہوئی تھیں۔ آگے چل کر وہ لکھتا ہے کہ جزیرہ نما
سینا کے مغربی ساحل پر ایک پہاڑی ہے جسے مقامی لوگ جبلِ فرعون کہتے
ہیں۔ اس پہاڑی کے نیچے ایک غار میں نہایت گرم پانی کا ایک چشمہ ہے جسے
لوگ حمام فرعون کہتے ہیں۔ اور سینہ بسینہ روایات کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ اسی
جگہ فرعون کی لاش ملی تھی۔

میں ان معلومات سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بحیراتِ مرہ میں ڈوبنے
کے بعد اس کی لاش کو پھول کر سطحِ سمندر پر تیرنے اور حمامِ فرعون تک پہنچنے
میں کافی وقت لگا ہوگا جس کے دوران میں اس کے گوشت و پوست میں سمندر کا
پانی کا نمک جذب ہو گیا ہوگا۔ یہ نمک اس کی لاش کو حنوط کرتے وقت خارج
نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تین ہزار برس کے دوران میں یہ رفتہ رفتہ اس کے جسم سے
خارج ہو کر ایک تہہ کی شکل میں جم گیا تھا اور جب پٹیاں کھولی گئیں تو یہ نمک
اس پر جما ہوا پایا گیا۔

خاکسار   ابوالاعلیٰ

---

[1] مراد bitter lakes. یعنی کڑوے پانی کی وہ جھیلیں جو بحر احمر اور بحر روم
کے درمیان تھیں۔ انہیں نہر سویز میں شامل کر دیا گیا ہے۔

ایک اور شہادت کا ذکر مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے قصص القرآن (جلد ۱
ص ۴۲۶ - طبع دہلی ۱۹۵۰ء) میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس کی ناک کٹی ہوئی تھی اور ماہرین
کی رائے یہ تھی کہ مچھلی کھا گئی تھی۔

اس طرح تقریباً ساڑھے تین ہزار برس کے بعد قرآن کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔
یہ لاش جس تابوت میں بند تھی۔ وہ پانچ فٹ آٹھ انچ لمبا اور اٹھارہ انچ چوڑا تھا۔
پروفیسر احمد بیگ کہتے ہیں کہ تابوت کھولتے وقت میں بھی موجود تھا۔ لیکن میں فرعون کا چہرہ
نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ وہ زرد رنگ کے ریشمی کفن سے ڈھکا ہوا تھا۔

۱۶ فروری ۱۹۲۳ء کو ایک انگریز مسٹر ہاورڈ کارٹر نے اٹھارویں خاندان کے
آخری فرعون توتن خمون کا خزانہ ایک ہرم سے ڈھونڈ نکالا۔ اس ہرم میں کئی الماریاں
تھیں۔ ایک میں ایک چھ میٹر لمبا، چار میٹر چوڑا اور اتنا ہی اونچا صندوق رکھا تھا۔ جس میں
توتن خمون کی لاش تھی۔ دیگر وہ الماریاں زر و جواہر اور نہایت قیمتی پوشاکوں سے پر تھیں۔

---

۱ محققین مغرب نے خروج یعنی مصر سے بنو اسرائیل کے نکلنے کی کئی تاریخیں دی ہیں۔ ملاحظہ ہو
یہ جدول:

یہودی ماخذ	USSHER (۱۵۸۱ — ۱۶۵۶ء)	BENGAL (۱۶۸۷ – ۱۷۵۲ء)	DEDE (۶۷۳ - ۷۳۵ء)
۱۳۰۸ قم	۱۴۹۱ قم	۱۴۹۷ قم	۱۴۹۹ قم

EUSEBIUS (۲۶۰ — ۳۴۰ء)	Clemens (۱۵۰ — ۲۱۵ء)	Hales (۱۵۸۴ — ۱۶۵۶ء)
۱۵۱۲ قم	۱۵۹۳ قم	۱۶۴۸ قم

(کمپینین ٹو بائبل - طبع کیمبرج ۱۸۹۲ء صفحہ ۱۸۰)

۲ منفلوطی۔ تفسیر۔ جلد ۲ ص ۱۰۶ ۳ ایضاً ص ۶۲

اُن کی نمائش کی گئی۔ اور انہیں دیکھنے کے لیے یورپ اور امریکہ سے ہزاروں لوگ آئے۔ تین لڑکیوں نے دبے ہی کپڑے پہن لیے اور جب وہ نیویارک کی ایک شاہراہ پر نکلیں تو انہیں دیکھنے والوں کے ہجوم سے ٹریفک رُک گئی۔
تو یہ ممی ڈوبنے والے فرعون کی کہانی۔

ممی بنانے کا طریقہ

قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد رُوح پھر لاش میں واپس آجاتی ہے اور اسی بنا پر وہ بادشاہوں کے لیے کھلے کمرے بنا کر ممی کے ساتھ کپڑے، برتن، خوراک اور زیور وغیرہ رکھ دیتے تھے۔ ممی بنانے سے پہلے دماغ سے بھیجا، پیٹ سے آنتیں اور سینے سے دل کے سوا باقی سب کچھ نکال لیتے تھے۔ اندر بروزہ اور نرم سا کپڑا بھر دیتے تھے۔ پھر لاش کو کئی ہفتے تک نمکین پانی کے ایک بیرل میں گلے تک ڈبو دیتے تھے۔ بعد ازاں نکال کر پہلے اُسے خشک کرتے، پھر اوپر بروزہ اور چربی وغیرہ مل کر پٹیاں لپیٹ دیتے تھے۔ اور اس عمل پر ستر دن لگتے تھے۔ ممی بنانے والے نقاشوں کی مدد سے ہرم کی دیوار یا کفن پر فرعون کی تصویر بھی بنا دیتے تھے تاکہ پہچاننے میں غلطی نہ ہو۔

(ایلیٹ سمتھ۔ Contribution to the study of mummification. طبع لندن - ۱۹۰۹ء

بحوالہ برطانیکا - طبع شکاگو - ۱۹۵۰ء جلد ۱۵ - ص ۹۵۴)

نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ
(قصص - ۳)

(ہم تمہیں فرعون و موسیٰ کی صحیح کہانی اہلِ ایمان کی خاطر سنا رہے ہیں)۔

۲۱ - قرآن مقدس
کی
ترتیب، تفسیر اور حفاظت کا وعدہ

قرآن کے متعلق اللہ نے تین وعدے کیے تھے:۔

اوّل:۔ کہ اسے ہم خود ترتیب دیں گے۔

دوم: ہم اس کے الفاظ و معانی میں وہ لذت بھر دیں گے کہ ہر روز کروڑوں نفوس اس کی تلاوت کریں گے۔ اور ان کا شوق کم نہ ہوگا۔

سوم: ہم اس کی تفسیر و تشریح کا انتظام بھی خود کریں گے۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ • فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ • ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ •

(قیامہ - ۱۷ تا ۱۹)

(قرآن کی ترتیب و تدوین اور اس کی تلاوت کا شوق پیدا کرنا ہمارا کام ہے۔ جب ہم جبریلؑ کی وساطت سے) قرآن پڑھیں تو تم پیچھے پیچھے چلو۔ اس کی تفسیر و تشریح کا انتظام بھی ہم خود کریں گے)

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ه

(حجر - ۹)

(یہ کتاب ہم نے اتاری ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے)

ترتیبِ قرآن

قرآن مقدس کے سلسلے میں دو سوال بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اوّل کہ آیات کو یہ ترتیب کس نے دی تھی؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس ترتیب سے تلاوت فرماتے تھے۔ سیرت کی تمام کتابیں اور احادیث اس امر پر متفق ہیں کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبریلؑ کی ہدایت کے مطابق اسے کاغذ، چمڑے، چھال یا ٹھیکری پر لکھوا کر کسی سورہ میں کسی خاص آیت کے پیچھے رکھوا دیتے۔ حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک صندوق میں یہ تمام آیات اسی ترتیب سے محفوظ تھیں اور حضور صلعم اسی ترتیب سے تلاوت فرماتے تھے۔ حضورؐ کی رحلت کے وقت صحابہؓ کی تعداد چار لاکھ کے قریب تھی۔ یہ سب قرآن کو ترتیب نبوی سے پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ چونکہ انہیں قرآن سے گہری عقیدت تھی۔ اور حفظِ قرآن کو باعثِ ثواب سمجھتے تھے۔ اس لیے اگر دس فیصد صحابہؓ کو بھی حافظِ قرآن سمجھا جائے تو ان کی تعداد چالیس ہزار بنتی ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں حفاظ کی ایک خاص تعداد مسیلمہ کذاب سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے مشورے سے قرآن کو کاغذ پر لکھوانے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی۔ صدر وحی کے کاتبِ اعظم حضرت زید بن ثابت تھے۔ انہوں نے تین سال کی محنت کے بعد ایک نسخہ تیار کیا جسے اُم المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمر بن الخطاب کی حفاظت میں دے دیا گیا۔ فاروق اعظمؓ کے عہد میں لوگوں نے ایک دوسرے کی مدد سے قرآن کی ہزارہا نقول

لہ ابوداؤد، مسند حنبل، ترمذی اور مشکوٰۃ۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "محمد حسنین ہیکل" زندگانی محمد

تیار کرلی تھیں۔ لیکن ان میں کچھ اغلاط راہ پاگئی تھیں۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں حضرت زید بن ثابت کو دوبارہ طلب فرمایا۔ اور قرآن کی متعدد صحیح نقول تیار کرکے سلطنت کے مختلف شہروں اور بستیوں میں بھجوا دیں اور مشکوک نقول تلف کرادیں۔

یہاں یہ ذکر شاید بے جا نہ ہو کہ ہر زمانے میں اللہ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں حفظ قرآن کا شوق پیدا کرتا رہا۔ اس گئے گذرے زمانے میں بھی حفاظ کی تعداد دس لاکھ سے کم نہیں ہوگی۔ یہ لوگ ہر سال ماہ رمضان میں سارا قرآن سناتے اور یوں اس کی حفاظت و اشاعت کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔

اللہ نے قرآن کو بار بار کتاب کہا ہے۔ کتاب کے معنی ہیں لکھی ہوئی چیز۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ حضورؐ آیات کو بعد از نزول فوراً لکھوا دیتے تھے۔ آپ کے صحابہؓ میں سے بھی وہ حضرات جو لکھ پڑھ سکتے تھے، انہیں لکھ لیتے تھے۔ جیسے بخاری کے شارح بدرالدین محمود بن احمد العینی (۹۲، ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَمَعُوا القرآن علیٰ عھد النبی صلعم

لا یحصیھم عددٌ ولا یُضبطھم احدٌ۔

(محمد حسین ہیکل:۔ زندگانی محمد)

(جن صحابہؓ نے عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن جمع کیا تھا۔ ان کی تعداد بیرون از شمار ہے)۔

مضامین قرآن میں تنوع

بعض نقاد یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے مضامین میں تسلسل نہیں ہے۔ توحید کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے کہ اخلاق کی بحث چل پڑتی ہے۔ درمیان میں لیل و نہار کے اختلاف۔ ہواؤں کی

گردش۔ کواکب، اشجار اور اثمار کا ذکر آجاتا ہے۔ گذارش یہ ہے کہ یہ تنوع عیب نہیں بلکہ کمالِ حُسن ہے۔ یہ کائنات بہت حسین ہے۔ اس میں کہیں تسلسل نظر نہیں آتا۔ کوہساروں کے پہلو میں وادیاں۔ پاس میدان آگے کھیت۔ کھیتوں میں درخت، درختوں پر چہچہاتے ہوئے صد رنگ طیور، فضاؤں میں بادل، فلک پہ اَن گنت ستارے اساتھ ہی چاند اور سورج۔ ان مناظر میں کتنا تنوع ہے۔ یہی جمالِ کائنات ہے اور قرآن کا حُسن بھی اسی تنوع کی وجہ سے ہے۔ جب جہنم کے شعلوں، گرزوں اور زنجیروں کے بعد جھومتی گھٹاؤں اور گنگناتی ہواؤں کا ذکر آجاتا ہے تو ذہن میں راحت و بشاشت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ہر انسان کا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ وہ کسی انسان کی لکھی ہوئی کتاب کو دوبارہ نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن اہلِ ایمان قرآن کو زندگی بھر پڑھتے رہتے ہیں اور ہر بار نئی لذت حاصل کرتے ہیں۔ میں خود سالہا سال سے تلاوت کر رہا ہوں۔ اور آج تک لطفِ تلاوت کم نہیں ہوا۔ اگر کسی عام دینی کتاب کی طرح قرآن ابواب میں منقسم ہوتا۔ پہلے باب الایمان۔ پھر باب التوحید۔ بعد ازاں وضو، نماز، نکاح و طلاق اور جہاد و اخلاق کے ابواب ہوتے تو یہ اتنا تکنیکی بن جاتا کہ پڑھنے والے کو بور کرتا۔ یہ مضامینِ قرآن کا تنوع ہی ہے جو قاری کو بور نہیں ہونے دیتا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا۔

(الانفال۔ ۲)

(جب اہلِ ایمان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں اور آیات سُن کر اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے)

تفسیر و ترجمہ

اس وقت تک قرآن کا ترجمہ تقریباً ستر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اور تفاسیر کی تعداد

ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر میں جناب محمد عالم مختار حق نے ۶۲۳ اُردو تفاسیر و تراجم کی فہرست دی ہے۔ ان میں سے ۲۵۷ مکمل ہیں اور ۳۶۶ جزوی۔

اُردو کی چند مکمل تفاسیر و تراجم کے نام:-

مفسّر	تفسیر یا ترجمہ	مقام و تاریخ اشاعت
آغا رفیق بلند شہری	اعجاز نما قرآن	دہلی ۱۹۵۰ء
ابراہیم بیگ مرزا	منظوم ترجمہ	آگرہ ۱۹۳۴ء
ابو محمد مصلح	توضیح القرآن	بمبئی ۱۹۲۶ء
احتشام الدین مراد آبادی	اکسیر اعظم	لکھنؤ ۱۳۱۳ھ
محمد احسان اللہ عباسی	اُردو ترجمہ	گورکھپور ۱۸۹۲ء
مولانا احمد رضا خاں	ترجمہ و حاشیہ	مراد آباد ۱۳۳۰ھ
مولانا احمد علی لاہوری	ترجمہ و حاشیہ	لاہور ۱۹۳۷ء
مولانا اشرف علی تھانوی	بیان القرآن	دہلی ۱۹۲۵ء
احتشام اللہ شہابی	تفسیر	〃 ۱۹۴۸ء
غلام احمد پرویز	مفہوم القرآن	لاہور ۱۹۶۱ء
ثناء اللہ امرتسری	تفسیر ثنائی	امرتسر ۱۳۴۷ھ
عبد الحق دہلوی	تفسیر حقانی	دہلی ۱۳۳۰ھ
مرزا حیرت دہلوی	ترجمہ و حاشیہ	〃 ۱۳۱۹ھ
مولانا ابو الاعلیٰ مودودی	تفہیم القرآن	لاہور۔ جلد اوّل ۱۹۵۱ء میں باقی بعد میں۔

(سیارہ ڈائجسٹ۔ قرآن نمبر۔ لاہور۔ ۱۹۶۹ء۔ ص ۹۰۸)

جگہ میں ۲۴ تفاسیر و تراجم کا پتہ چلا ہے۔ ان میں سے ۲۰ جزوی ہیں اور ۵ اکمل
(ایضاً - ص ۶۵۹)

مولانا محمد ادریس صاحب نے پشتو میں لکھی گئی ۱۳ تفاسیر و تراجم کا ذکر کیا ہے۔
(ایضاً - ص ۶۵۹)

جناب محمد سلیم پرنسپل اورینٹل کالج منصورہ (سندھ) نے ایک مقالہ میں سندھی زبان
کی چھ تفاسیر اور آٹھ تراجم کی فہرست دی ہے۔ (ایضاً - ص ۶۶۸)

یورپی زبانوں کے چند تراجم :-

مترجم	کتاب	سال ترجمہ
راہب پیٹر فرانسیسی	ترجمہ لاطینی میں	۱۱۴۳ء
فادر ٹونس - مراکشی	" "	؟
فریڈرک	" "	۱۶۹۸ء
موسیو سہواری	" "	۱۶۵۲ء
بگارسن ڈی ڈاسی	" "	۱۸۲۹ء
جی - پا ٹھیئر	فرانسیسی	۱۸۵۲ء
موسیو رہناش	" "	-
ڈاکٹر موریس	" "	-
یعقوب بن اسرائیل	عبرانی "	۱۶۳۴ء
مارٹن لوتھر	جرمنی "	۱۵۰۰ کے قریب
شویگر	" "	۱۶۶۲ء

(ایضاً - ص ۶۳۲)

یہ مقاطے نمونہ از خروارے - ورنہ مترجمین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

عربی، فارسی، اردو، ترکی میں تفاسیر و تراجم کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے اور اس طرح اللہ کا وہ وعدہ کہ تفسیر ہم کریں گے، پورا ہو گیا۔ یہ وعدہ ایک اور طرح بھی پورا ہوا کہ علوم جدیدہ نے بعض ایسی آیات کی تفسیر مہیا کر دی جو پہلے متشابہات میں شمار ہوتی تھیں۔ یہ تھے وہ انتظامات جن کے بعد کوئی باطل اس میں راہ نہ پا سکا۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝

(حم سجدہ - ۴۱-۴۲)

(یہ ایک بلند پایہ کتاب ہے جس میں باطل نہ سامنے سے راہ پا سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اِسے نازل کرنے والا رب بڑی دانش اور صفاتِ کاملہ کا مالک ہے)۔

۲۲۔ رُوم کی شکست

روایت یوں ہے کہ ۱۶ ھ میں رُوم و ایران کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور رُوم کو شکست ہو گئی۔ چونکہ قریب العقیدہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی ہمدردیاں رُوم کے ساتھ تھیں۔ اور قریش کی ایران کے ساتھ۔ اس لیے کفار نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور مسلمان افسردہ سے ہو گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بِضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۚ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝

(الروم - ۲ تا ۴)

(عربستان کے قریب ایک جنگ میں روم کو شکست ہو گئی۔ لیکن چند سال (البضع) کے اندر روم کو فتح نصیب ہو گی۔ آگے اور پیچھے اللہ ہی کا حکم چلتا ہے۔ اس روز مسلمان خوش ہوں گے)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ مکہ کی گلیوں میں صدا دینے لگے کہ ایران کو بہت جلد شکست ہو جائے گی۔ اس پر اُبی بن خلف گھر سے نکلا اور حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ آؤ اور دس دس اونٹنیوں کی شرط لگا لو۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے شرط لگالی۔ اور میعاد تین برس اور بروایتے چھ برس تک مقرر کی۔ جب یہ خبر حضورؐ تک پہنچی تو فرمایا۔ البضع ما بین الثلاث إلى التسع

کہ بضع سے مراد تین سے نو سال تک ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ دوبارہ اُبی کے پاس گئے۔ میعاد میں اضافہ کیا اور شرط میں دس کی جگہ سو اونٹنیاں لگا دیں۔ ٹھیک سات سال بعد جس روز بدر کا معرکہ ہوا تھا۔ روم نے ایران کو زبردست شکست دی اور اس کی فوجیں ایران میں داخل ہو گئیں۔

جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو حضرت صدیقؓ اُبی کے وارثوں کے پاس گئے۔ وہ خود مر چکا تھا، اور سو اونٹنیوں کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے شرط پوری کر دی اور حضرت صدیقؓ نے حضورؐ کا اشارہ پا کر مساکین میں بانٹ دیں۔

(جلالین۔ طبع میرٹھ۔ ص ۳۳۹۔

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى۔

(طٰہٰ۔ ۴)

یہ کتاب ارض و سما کے خالق نے نازل کی ہے)

۲۳- وعدۂ حکومت

سورۃ النور ہجرت کے پانچویں سال واقعۂ افک (بہتان) افترا کے ایک ماہ بعد نازل ہوئی تھی۔ حضورؐ غزوۂ بنو المصطلق سے لوٹ رہے تھے کہ ایک منزل پر حضرت عائشہؓ قضائے حاجت کے لیے کیمپ سے ذرا پرے نکل گئیں۔ اندھیرے میں کسی کو علم نہ ہو سکا اور قافلہ چل پڑا۔ اُمّ المومنین واپس آئیں تو یہ جا تھے، مان نہ پائے رفتن ؟ — مجبوراً سمٹ کر بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر کے بعد صفوان بن معطل وہاں آگیا۔ یہ حضورؐ کی طرف سے گری ہوئی اشیاء اُٹھانے پر مقرر تھا۔ اور ہمیشہ قافلے کے پیچھے رہتا تھا۔ اس نے سحر کی روشنی میں حضرت عائشہؓ کو پہچان لیا اور کہا — اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ — پھر اونٹ پر بٹھا کر انہیں سوار ہونے کا اشارہ کیا اور قافلہ کو جا لیا۔ اس پر مدینہ کے منافقِ اعظم عبداللہ بن اُبی نے ام المومنینؓ کے خلاف بہتان تراشا۔ اسے خوب شہرت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النور کے نزول تک رنجیدہ رہے اور حضرت عائشہ کے ہاں نہ گئے۔

اس سورۃ میں اللہ نے مسلمانوں کو تین بشارات دی تھیں۔ اس وقت تک نہ خیبر فتح ہوا تھا نہ مکہ نہ حنین نہ طائف۔ اور مسلمانوں کا اثر مدینہ و نواحِ مدینہ تک محدود تھا۔ بشارات کی تفصیل خود اللہ سے سنیئے:- ارشاد ہوتا ہے:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

مِنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا ط (النور-۵۵)

(اللہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جن کے عمل اچھے ہیں۔ تین وعدے کرتا ہے)۔

اوّل یہ۔ وہ انہیں اس طرح حکومت دے گا جس طرح پہلی اقوام کو دی تھی۔
دوسرا۔ ان کے دین کو جو اللہ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ استحکام بخشے گا۔
سوم یہ اور انہیں طاقتور بنا کر ان کے خوف کو امن میں بدل دیگا)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی ہی میں اُن کی حکومت یمن سے اُرمان اور خلیج فارس سے بحیرۂ قلزم تک تقریباً آٹھ لاکھ مربع میل تک پھیل چکی تھی۔ اور اسّی سال بعد اس کی جنوبی سرحد ملتان اور شمال مغربی سرحد ہسپانیہ سے پرے فرانس میں تھی۔
مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی تھی اور ہیبت کا یہ عالم کہ سلاطین گیتی ان کا نام سن کر کانپ اٹھتے تھے۔ آج کہ ہماری وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ اور شان وشکوہ کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اب بھی دنیا میں ہماری اڑتالیس سلطنتیں قائم ہیں۔ ان میں سے تقریباً بیس افریقہ میں ہیں۔ شمالی ساحل سے پیچھے جنوب میں چاڈ، صالیہ، نائجیریا، نائیجر، سینیگال، کیمرون، گنی، ماریطانیہ وغیرہ اسلامی ممالک ہیں۔ تمام اسلامی ممالک کا مجموعی رقبہ تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ مربع میل ہے اور آبادی ایک سو کروڑ سے اوپر۔

دیکھا آپ نے کہ اللہ کی بات کیسے پوری ہوئی:۔

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ

(یوسف-۲۱)

(اللہ اپنی بات کو غلبہ وقوت سے پورا کرتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں)۔

۲۴۔ ابوجہل کی تباہی

آغاز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند پیروؤں کے ساتھ گھروں اور پہاڑوں میں چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ بعد میں جب مومنوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نماز کے لیے کعبہ میں جانے لگے۔ چونکہ قریش مکہ نے کعبہ کو بت خانہ بنا رکھا تھا۔ اس لیے انہوں نے حضورؐ کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ایک[1] دن جب حضورؐ سجدے میں گئے تو ابوجہل کے کہنے پر عقبہ بن ابی معیط نے اپنی چادر حضورؐ کی گردن میں ڈال دی اور اسے بل دینے لگا یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق وہاں آ گئے۔ اور عقبہ کو دھکیل کر وہاں سے ہٹایا۔ ایک اور موقع پر یہی عقبہ ابوجہل کے کہنے پر اونٹ کی اوجھڑی کہیں سے اٹھا لایا۔ اور جب حضورؐ سجدے میں گئے تو آپ کی پشت پر رکھ دی۔ ایک دن ابوجہل نے حضورؐ کو دھمکایا کہ اگر آپ آئندہ نماز کے لیے کعبہ میں داخل ہوئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝ اَرَءَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰٓی ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝ اَرَءَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۝ کَلَّا لَئِنْ لَّمْ

---

[1] صحیح بخاری۔ باب ما لقی النبی عن المشرکین ۔

نیز قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ رحمۃ اللعالمین۔ ج ۱۔ ۱۹۴۹ء ص ۶۵۔

يَنْتَهِ ۝ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

(علق - ۹ تا ۱۹)

(کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو (ہمارے) بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ کیا اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ شاید وہ بندہ ہدایت پر ہو اور تقویٰ کی ہدایت کرتا ہو یا یہ کہ روکنے والا جھوٹا اور سرکش ہو۔ کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے جھوٹی اور خطاکار چوٹی سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ اسے کہو کہ وہ اپنے مددگار ساتھیوں کو بلالے۔ ہم اپنے کارکنوں کو آواز دیں گے۔ خبردار! اس کی بات ہرگز نہ سنو اور سجدے میں گر کر ہمارا قرب حاصل کرو)

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیات ابوجہل سے تعلق رکھتی ہیں۔ مشہور مفسر علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی فرماتے ہیں:۔

قيل نزلت السورة كلها في ابوجهل الذي نهى النبي عن الصلوة ۔

(تفسیر قرطبی۔ جلد ۲۰ ص ۱۲۳ - طبع قاہرہ - ۱۹۶۸ء)

(کہتے ہیں کہ یہ سورۃ ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی، جو حضورؐ کو نماز سے روکتا تھا)۔

ان آیات میں ایک پیش گوئی بھی تھی کہ اگر ابوجہل باز نہ آیا تو ہم اسے چوٹی سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ میدانِ بدر[1]

---

[1] محمد حنیف یزدانی:۔ اصحاب بدر۔ لاہور ص ۱۴ - ۱۹۷۰ء۔

میں دو نوجوان لڑکوں عوذ اور معاذ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے پوچھا کہ ابوجہل کونسا ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا تو یہ نوجوان صفوں کو چیر کر سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اُسے مار کر نیچے گرایا اور پھر گھسیٹ کر حضورؐ تک لے جانے کی کوشش کی۔ لیکن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ اور اس کے ساتھیوں نے ان کو شہید کر ڈالا۔ کچھ دیر بعد وہاں سے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا گذر ہوا۔ ابوجہل کی لاش دیکھی تو آسے پہلے الٹا یا پھر گلے پہ پاؤں رکھ کر ایک ہاتھ سے اس کی چوٹی پکڑی۔ دوسرے سے اس کا سر کاٹا اور دوڑ کر حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں جا پہنچے۔ یوں وہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوگئی اور کیسے پوری نہ ہوتی۔

قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِیۡ یَعۡلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ

(الفرقان - ۶)

(کہہ کر یہ کتاب اس رب نے نازل کی ہے جو زمین و آسمان کے تمام اسرار سے آگاہ ہے)

٢٥۔ گردن میں رسّی

مکّہ میں حضورؐ کے جانی دشمن دو تھے۔ ابوجہل اور ابولہب بن عبدالمطلب۔ جب حضورؐ نے اکابرِ مکّہ کو جمع کر کے کوہِ صفا سے ندا دی کہ اللہ ایک ہے۔ سو ہی پرستش کے قابل ہے۔ قیامت آکر رہے گی۔ اور تمہیں اپنے اعمال کا جواب دینا پڑے گا تو ابولہب نے بڑے غصّے سے کہا:۔

تَبًّا لَكَ - أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا -

(تم پر تباہی آئے۔ کیا تم نے اس کام کے لیے ہمیں جمع کیا تھا!)

اس کے بعد ابولہب نے پچیس آدمیوں کی ایک جماعت تیار کی جو حضورؐ کو تنگ کرتی۔ پھبتیاں کستی۔ نماز کے وقت سیٹیاں بجاتی اور شور مچاتی تھی۔ ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل کا کام حضورؐ کی راہ میں کانٹے بچھانا تھا۔ جب ان دونوں کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں تو یہ آیات نازل ہوئیں:۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

(سورۂ لہب)

قرآن کا انداز یہ ہے کہ جس امر کا وقوع مستقبل میں یقینی و قطعی ہو۔ اس کے لیے کبھی کبھی ماضی کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ مثلاً:۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ہ (قمر-۱)

(قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا)

مطلب یہ کہ جب قیامت قریب آ لے گی تو چاند پھٹ جائے گا۔ اسی طرح سورہ مائدہ میں خدا و عیسیٰ کا مکالمہ جو قیامت میں ہوگا، ماضی کے صیغوں میں بیان ہوا۔ ملاحظہ ہوں سورۂ مائدہ کی آیات ۱۱۶ تا ۱۱۹۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى .... قَالَ سُبْحٰنَكَ ۔الخ

سورۂ لہب میں دو پیش گوئیاں تھیں۔ ایک خود ابو لہب کے متعلق اور دوسری اس کی بیوی اُمِ جمیل کے متعلق۔ ان کا پورا ہونا اتنا یقینی تھا کہ اللہ نے ماضی کے صیغے استعمال کئے اور فرمایا:-

"ابو لہب کے دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے اور وہ خود ہلاک ہو گیا۔ اُسے اس کی دولت نہ بچا سکی۔ وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے گا اور اس کی ہیزم بردار بیوی کے گلے میں کھجور کی رسی پڑے گی۔"

ان آیات کے نزول سے اندازاً ۹ بارہ برس بعد واقعہ بدر پیش آیا جس میں ابو لہب شامل نہ ہوا۔ اور اپنی طرف سے ایک سیاہ فام غلام کو لڑنے کے لیے بھیج دیا۔ غلام مارا گیا اور قریش کو سخت شکست ہوئی۔ جب یہ خبر ابو لہب تک پہنچی تو وہ پہلے ہذیان بکنے لگا۔ اور پھر اس کے جسم پر کوڑھ نمودار ہو گیا۔ تمام اعضاء بے کار ہو گئے اور اسی حالت میں مر گیا۔ اُس کی لاش اس قدر مسخ شدہ اور بدبودار تھی کہ کئی دن تک پڑی رہی اور بالآخر محلے والوں نے جھیڑوں سے اٹھوا کر اسے دفن کرایا۔

درست کہا تھا خدا نے عزّ و جل نے:

"ابو لہب کے ہاتھ بے کار ہو گئے اور خود تباہ ہو گیا۔"

رہی اُمِّ جمیل تو ایک دن اس نے ایندھن کا ایک بہت بھاری گٹھا رسی میں سر پھنسا کر پیٹھ پر اُٹھا لیا۔ چلتے چلتے ٹھوکر لگی۔ رسی سرک کر گلے میں پڑ گئی۔ اور تڑپ تڑپ کر مر گئی۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن فرماتے ہیں کہ:۔

و شگفت ایں است کہ آں بدبخت ہمیں طریق مُرد۔ چنانچہ ریسمان پشتارۂ ہیزم۔ در گلویش سخت پیچیدہ تا خفہ شد۔ و جان داد۔

(ترجمہ مولانا محمود الحسن۔ فارسی۔ طبع کابل ص ۱۰۳۹ ادارہ ترجمہ و تالیف ۱۳۴۵ھ)

(مقام تعجب ہے کہ وہ بدبخت اس طریقے سے ہلاک ہوئی کہ ایندھن کے گٹھے کی رسی اس کے گلے میں پڑ گئی۔ اس کا دم گھٹ گیا اور وہ مر گئی)

نیز ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی۔ جلد ۲۰۔ ص ۲۴۳۔ ۱۳۸۸ھ قاہرہ۔

۲۶- ابراہیم علیہ السلام کی منادی

یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجۂ محترمہ ہاجرہؑ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو کوہِ صفا کے دامن میں چھوڑ کر خود حرّان کو واپس چلے گئے تھے۔ وہاں پیاسے اسماعیلؑ کی ایڑیاں رگڑنے سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا تھا۔ جو بعد میں زمزم کے نام سے مشہور ہوا۔ اسماعیلؑ و ہاجرہؑ سے پہلے وہاں کسی آبادی کا نشان نہ تھا۔ قبیلہ جُرہُم کے چند سوداگر جو شام کو جا رہے تھے، پانی کا چشمہ دیکھ کر رُک گئے۔ اور حضرت ہاجرہؑ کی اجازت سے وہیں آباد ہو گئے۔ یہ تھے شہر مکہ کے پہلے آبادکار۔ تقریباً بیس برس بعد جب حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر کر چکے تو اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ (حج - ۲۷)

(کہ لوگوں کو حج کے لیے پکارو۔ لوگ دُور دراز راستوں سے پیادہ اور دُبلی سواریوں پر آئیں گے)

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب کعبہ کے نزدیک بنو جُرہُم کے چند خیموں کے سوا کوئی اور آبادی نہیں تھی۔ تعمیلِ ارشاد میں حضرت ابراہیمؑ پہاڑی پر چڑھ گئے۔

---

[1] محمد فخرالدین حسین خان:- تاریخ مکہ۔ ص ۲۲۔ ۱۳۱۲ھ، ۱۸۹۳ء۔ دہلی۔

چاروں سمت منہ کرکے بلند آواز سے کہا: "اے لوگو! اللہ کا گھر تیار ہو چکا ہے۔ اس
لیے ہر سال حج کے لیے آؤ" یہ صدا پچھلے پانچ ہزار برس سے فضا میں گونج رہی ہے،
اور ہر زمانے میں ہر مسلمان کے کان تک پہنچتی رہی ہے۔ اس کا اثر یہ کہ لوگ ہر سال لاکھوں
کی تعداد میں جزائر بحرالکاہل سے سواحل اوقیانوس تک اور استنبول سے چین تک حج
کے لیے جاتے ہیں۔ گزشتہ دس برس (۱۹۶۲ - ۱۹۷۲ء) میں ہر سال حجاج کی تعداد اوسطاً
بارہ لاکھ رہی۔ دیکھا آپ نے کہ اللہ کا یہ وعدہ:۔
○ کہ لوگ دور دراز راستوں سے پیادہ اور دُبلی سواریوں پر آئیں گے
کس دھڑلے سے پورا ہوا۔ کیوں پورا نہ ہوتا۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○
(السجدہ ۲)

(یہ کتاب بلاشبہ رب کائنات کی تنزیل ہے)

تاریخ کی شہادت

قرآنِ مقدس کی تاریخی کہانیوں کے متعلق کچھ لوگ کہتے ہیں :۔

ا۔ سیلابِ نوح علیہ السلام میں تمام دنیا کا ڈوب جانا مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔

ب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر پر مینڈکوں کی بارش اور کنوؤں، چشموں نیز دریاؤں میں پانی کا خون بن جانا محض ایک افسانہ ہے۔

ج۔ قلزم کا پھٹنا۔ آسمان سے پتھر برسنا، اہلِ ایمان کی مدد کے لیے فرشتوں کا اُترنا۔ بعض بستیوں کا آسمانی چنگھاڑ سے تباہ ہو جانا۔ اور اسی نوع کی دیگر تصریحات ایسی داستانیں ہیں جن کی تائید کہیں سے نہیں ہوتی۔

آیئے! دیکھیں کہ اس تنقید میں کتنا وزن ہے؟ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگلے صفحات میں کچھ ایسی کتابوں کے حوالے بھی ملیں گے جو آج یا تو نایاب ہیں یا کمیاب۔ یہ تمام کے تمام حوالے امینوئل ویلیکووسکی (Immanuel Velikovsky) کی فاضلانہ تصنیف "ورلڈز ان کولیژن (Worlds in collision) سے ماخوذ ہیں۔ میں صرف اس کتاب کا حوالہ دے کر درجنوں نام لکھنے کی زحمت سے بچ سکتا تھا۔ لیکن میں نے یہ زحمت اس لیے گوارا کی تاکہ قاری اصل ماخذ سے بھی آگاہ ہو سکے۔ ان محققین میں سے بیشتر قرآن سے ناواقف تھے۔ یہ اپنی آزادانہ تحقیقات سے انہی حقائق تک پہنچے جن کا ذکر قرآن اور بعض دیگر صحائف میں تھا۔ بالفاظِ دیگر تاریخ نے نادانستہ طور پر الہام کی تائید کر دی۔

۲۷۔ مصر پر لہو کی بارش

قرآن میں ہے کہ جب فرعون کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ نے مصر پر کئی عذاب نازل کئے:

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ۝

(اعراف - ۱۳۳)

(ہم نے انہیں طوفان، ٹڈی دل، جوؤں، مینڈکوں اور خون کے عذاب میں مبتلا کیا۔ یہ عذاب یکے بعد دیگرے نازل ہوتے۔ لیکن فرعونی اسی طرح اکڑے رہے۔ کیونکہ وہ جرائم پیشہ لوگ تھے)۔

اس امر پر تاریخی شہادت موجود ہے کہ دوسری ہزاری قبل از مسیح میں زمین ایک زبردست افتاد سے دوچار ہوئی تھی۔ تفصیل یہ کہ ایک دمدار ستارہ جو نظام شمسی میں شامل تھا۔ زمین کی طرف بڑھا۔ اس کی دم سے سرخ رنگ کی گیس نکل رہی تھی۔ وہ بحیرۂ قلزم کے اوپر سے گذر کر مصر کی طرف گیا۔ سمندر، کنوؤں، جھیلوں، دریاؤں اور گھڑوں کا پانی سرخ ہو گیا۔ سرویس لکھتا ہے:۔

سلہ Worlds in collision—Immanuel Velikovsky

ص ۶ - لندن - ۱۹۵۳ء -

سلہ Servius. - چوتھی صدی میلادی کا ایک مؤرخ تھا۔ دیکھیں ۱۰، ۹ قم اکاشاس (بریطانیکا)

اس غبار کی وجہ سے زمین کا رنگ خون کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔"

مایا کی ایک قدیم تحریر قوا ئیں (Quinchi) بتاتی ہے کہ ایک دفعہ امریکہ میں زلزلے آئے۔ زمین ڈولنے لگی۔ سورج کی حرکت میں بے قاعدگی پیدا ہو گی۔ اور دریاؤں کا پانی سُرخ ہو گیا۔

مصر کا ایک فاضل (Ipuwer) اس واقعہ کا عینی شاہد ہے۔ تھ وہ اس عذاب پر ماتم کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"دریاؤں کا پانی خون بن چکا ہے۔ سارا ملک گرفتار عذاب ہے۔ لوگ پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ساحل پر خالص پانی کے لیے گڑھے کھود رہے ہیں۔ ہر طرف تباہی ہی تباہی نظر آتی ہے۔ سُرخ غبار سے انسانوں اور مویشیوں کے جسم پر پھوڑے نکل آئے ہیں اور سب کے سب خارش میں مبتلا ہیں۔"

لے ورلڈز ان کولیشن۔ ص ۶۰

تے میکسیکو کا ایک قصبہ۔ (برطانیکا)

تھ Bresseur :—Historedes nations civilisees du MEXIQVE·I

سکه ایپوور غالباً خروج (مصر سے بنی اسرائیل کا خروج جو تقریباً ۱۴۵۰ ق م میں ہوا تھا) کے زمانے کا آدمی تھا۔ اس کی کچھ تحریریں جو کاغذ پر تھیں جو لیڈن میں محفوظ ہیں۔ اور ایک برطانوی مؤرخ گارڈینر (۱۹۰۲-۱۸۲۹ء) نے انہیں اپنی کتاب ۱۹۰۹ء

Admonitions of an Egyption Sage from a hieratic papyrus in Leiden.

میں شامل کر لیا ہے (کولیشن ص ۶۰ حاشیہ ۲)

تھریس (یونان) کا پہاڑی حصہ (خونی) کے نام سے مشہور ہے۔ اپالوڈورسؔ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ دو دیوتاؤں زیوس (ZEUS) اور تائیفون میں جنگ ہوگئی۔ زیوس نے تائیفون پر بجلی کا ایک خوفناک شرارہ پھینکا۔ جس سے تائیفون کی رگ کٹ گئی اور اس کے لہو سے تھریس کے پہاڑ سُرخ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ مصر کا ایک شہر بھی سُرخ ہو گیا تھا۔

بابل کی ضمیاتی کہانیوں میں قتل ہونے والے راکشش یا دیوتے کا نام تیامت دیا ہوا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ اس کے لہو سے دُنیا سُرخ ہو گئی تھی۔

لہ Apollodorus نام کے تین آدمی تھے۔ تینوں کا تعلق یونان سے تھا دو مسیح سے پہلے گزرے تھے۔ ایک تقریباً ۲۸۰ سال اور دوسرا ۱۵۰ سال پہلے۔ دونوں شاعر اور طربیہ نگار ڈرامسٹ تھے۔ تیسرا قرنِ میلادی کے آغاز میں گزرا تھا۔ یونانی ضمیات کا ماہر۔ اس کی تصنیف کا ترجمہ "دی لائبریری" کے نام سے جے جی۔ فریزر نے ۱۹۲۱ء میں کیا تھا۔

Cassell's Encyclopaedia of literature

(لنڈن ۱۹۵۳ء۔ ج ۱۔ ص ۶۱۴)۔

ٹہ ایک دیوتا جس کا ایک بازو مشرق اور دوسرا مغرب تک پھیلا ہوا تھا۔ اُن کے ساتھ ایک سو اژدھا لٹکے ہوئے تھے۔ اس کی لاتوں سے بھی پھنکارنے والے زہریلے سانپ چمٹے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں سے آگ نکلتی تھی۔

ٹہ Frezer's comment to Apollodorus library

ٹہ The Seven tables of creation.

(لندن۔ ایل۔ ڈبلیو۔ کنگ ۱۹۰۲ء)

فن لینڈ کی جنگی داستانوں سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانے میں جب دنیا پر کئی مصائب ٹوٹی تھیں۔ آسمان سے سرخ رنگ کا دودھ جلی برساتا۔

سائبیریا اور منگولیا کا ایک پہاڑ التائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے نقول میں آباد تاتاری کہتے ہیں کہ دنیا بار بار دو مصیبتوں کا شکار ہوتی ہے پہلے لہو کی بارش سے دنیا سرخ ہو جاتی ہے اور پھر آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

اس بات پر عرصے سے بحث ہو رہی ہے کہ بحیرۂ قلزم کا نام سرخ سمندر (بحیرۂ احمر) کیوں پڑا۔ بعض نے کہا کہ اس کے ساحلی پہاڑوں کا رنگ سرخی مائل ہے۔ ایک اور توجیہہ یہ کہ اس پر اڑنے والے پرندوں کا رنگ سرخ تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب اس دُمدار ستارے کی وجہ سے اس کا رنگ سرخ ہو گیا، تو یہ بحیرۂ احمر کہلانے لگا۔ اٹلی کے ایک نقاش رافیل (۱۴۸۳ — ۱۵۲۰ء) نے جب اپنی ایک تصویر میں حضرت موسیٰ کی گذرگاہ بنائی تو سمندر کا رنگ سرخ دکھایا۔

خونی بارش کے کچھ واقعات عروج کے بعد بھی ہوئے تھے۔ ان کا ذکر مشہور

ؑ Kalevala Rune (Rune — سکینڈے نیویا کی زبان تھی
اس میں فن لینڈ کی جنگی کہانیاں Kalevala. کے نام سے لکھی گئیں (اسٹیٹر رڈ)

ؒ U. Holmberg

Finno Ugrie Siberian Mythology, ۱۹۲۷ ص ۳۷۰

ؓ کولیٹرن ص ۲۲

Sinai:—H.S. Palmer ۱۸۹۲

۱۹۲۲ء ص ۱۳۱۔

ؔ پلینی نیچرل ہسٹری جلد ۲ ص ۵۷

رومن ادیب و مؤرخ پلینی (۲۳ - ۷۹ م) اور بابل کے بعض تاریخ نگاروں نے کیا ہے یہ سرخی دُمدار ستاروں اور شہابیوں سے نکلی تھی جو قطبین کی برف پر بہت نمایاں تھی۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۔

(جاثیہ - ۲۹)

(ہماری یہ کتاب (قرآن) تمہیں صحیح صحیح باتیں سناتی ہے)

ل Babylonisohe Zeitordnung :— F.X. Kulgar.

۔ (۱۰-۱۹۰۹ء) ص ۱۱

۲۸۔ طوفانِ نوحؑ

ہر قوم میں ایک تباہ کن سیلاب کی روایت ملتی ہے۔ یہ سیلاب یا تو چاند کی کشش سے اٹھتے ہیں یا کوئی دُمدار ستارہ زمین کے قریب آکر پانی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یا کچھ دیر کے لیے زمین کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور پانی قطبین کی طرف بھاگ نکلتا ہے۔

چینی روایات میں مذکور ہے کہ شہنشاہ یاؤ کے زمانے میں اتنا بڑا طوفان آیا کہ

---

[1] Abredged astronomie .— Lalande

۱۷۹۵ء، ص ۳۳۰ -

اس مصنف نے حساب لگایا ہے کہ اگر ایک دُمدار ستارے کا سر زمین جتنا ہو۔ اور وہ زمین سے ۱۳۲۹۰ میل دور (بلندی) پر سے گزر جا(ئے) تو سمندر سے چار کلو میٹر (۱۳۰۰۰ فٹ) اونچی لہریں اٹھیں گی۔

[2] La Theorie de la Relativite

Kirchenberg ۱۹۲۲ء، ص ۱۳۱۔

[3] زمانہ قبل از تاریخ کا ایک چینی شہنشاہ جس نے اپنے علما سے موسموں اور سمتوں کا تعین کرایا۔ نیا کیلنڈر بنوایا۔ اور ایک قانون وضع کیا جو چین کی ایک قدیم کتاب The Shuking میں محفوظ ہے۔ (کورلیٹرن ص ۱۵۳)

پہاڑ ڈوب گئے، صحرا سمندر میں تبدیل ہو گئے اور پانی چین کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔
جنوبی امریکہ کی ایک ریاست پیرو کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ سمندر کی چنگھاڑتی ہوئی لہریں خشکی پر چڑھ آئی تھیں اور ساری زمین کی ہیئت وصورت بدل گئی تھی۔
اوکلاہوما کے رہنے والے سرخ انڈین بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ زمین پر تاریکی چھا گئی۔ کافی دنوں کے بعد شمال میں روشنی نظر آئی۔ یہ دراصل سمندر کی کوہ پیکر موجیں تھیں جو لحظہ بہ لحظہ قریب آ رہی تھیں۔
عہدنامہ قدیم کی عبرانی تفسیر، مدراش میں بحیرہ قلزم کے اس راستے کے متعلق جہاں سے بنی اسرائیل گذرے تھے۔ لکھا ہے کہ سمندر کا پانی راستے کے دونوں جانب سولہ سو میل اونچی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا تھا اور ساری دنیا اسے دیکھ رہی تھی۔
آج سے اندازاً تین سو برس پہلے (سولہویں صدی) جب ہسپانوی امریکہ میں پہنچے تو یُقطان (مایا قوم کے مساکن) کے رہنے والوں نے بتایا کہ ان کے آبا و اجداد مشرق سے آئے تھے، اور خدا نے اُن کے لیے سمندر کو پھاڑ کر بارہ راستے بنا لیے تھے۔ اگرچہ

---

۱ ص ۱۵۔ Die Flutsagen :– Andree

۲ ٹیکساز کے شمال میں یو۔ ایس۔ اے کی ایک ریاست۔

۳ Moons :– H.S. Bellamy

Myths and Man, 1938. ۱۹۳۸۔ ص ۲۴۴

۴ ص ۲۲ Ginzberg degends-III

گنزبرگ ایک عبرانی مؤرخ (۱۸۳۸ء تا ۱۹۱۴ء) تھا۔ وارسا کا رہنے والا

۵ Yucaten :– De Landa

انگریزی ترجمہ از W. Gates ۱۹۳۷ء ص ۱۵

روایت درست ہو تو پھر تیقطان کے باشندوں کو آل یہود تسلیم کرنا پڑے گا۔

ناروے اور فن لینڈ کے درمیان ایک علاقہ لیپ لینڈ (Lapland)[1] کہلاتا ہے۔ اس کی لوک کہانی داستانوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ لوگوں کے گناہ حد سے بڑھ گئے تو خدائے کائنات جمبل (Jumbal) کو بہت غصّہ آیا۔ وہ آسمان سے اُترا۔ اور کہا کہ میں کائنات کو اُلٹا دوں گا۔ دریاؤں کا رُخ پھیر دوں گا۔ سمندر سے کہوں گا کہ وہ پانی کی ایک بلند دیوار خشکی پر پھینک دے اور یوں میں تمہیں تباہ کر دوں گا۔

انیسویں صدی کے مفکر کہتے ہیں کہ بعض مقامات پر ایسی بڑی بڑی گول چٹانیں نظر آتی ہیں۔ جن کے ہم جنس پتھر گرد و نواح میں کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی سیلاب میں بہہ کر آئی تھیں۔[2]

کہتے ہیں کہ چین کے ایک شہنشاہ یاہو کے زمانے میں ایک مرتبہ سورج دس دن تک چمکتا رہا۔ درختوں کو آگ لگ گئی۔ سارا ملک پہاڑوں سمیت پانی میں ڈوب گیا۔ بادشاہ نے نو برس تک میدانوں سے پانی نکالنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ یاہو کی وفات

---

[1] :— J. Hubner
Leonne de Combrey Lapland Legends (۱۹۲۶ء)

[2] Daly
The Changing world of the ice age. ص ۱۹

[3]
Kurze Fragen aus der Polilishen Historie (۱۶۲۹ء)

کے بعد شوکنگ[1] تخت نشین ہوا۔ اس نے ملک سے پانی نکلنے کا کام باہو کے بیٹے یو (۲ ۷ ۲) کے سپرد کر دیا۔ اس نے اس قابلیت سے یہ فرض پورا کیا کہ شوکنگ کے بعد لوگوں نے یو کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس کا خاندان دیر تک بر سر اقتدار رہا۔ اور ژیہ ہو کے نام سے حکومت کرتا رہا۔

تبت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ ایک دمدار ستارہ زمین کے قریب سے گزرا جس سے سمندر میں اتنی بلند ترین لہریں اٹھیں کہ تبت کی سطح مرتفع ڈوب گئی۔

افلاطون لکھتا[3] ہے کہ کسی زمانے میں امریکا اور افریقہ باہم متصل تھے۔ درمیان میں سمندر (اطلانٹک) نہیں تھا۔ یہ خطہ اطلانطس کہلاتا تھا۔ یہ ایک طاقتور ریاست تھی۔ جس میں افریقہ کا شمالی ساحل مراکش سے مصر تک اور جنوبی یورپ جبرالٹر سے اٹلی تک شامل تھا۔ اس پر[4] ۱۹۲۶ء تک ... ۲ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ایک رات اس پر پانی چڑھ آیا۔ اور یہ سارا خطہ گہرے پانی میں ڈوب گیا۔

دوسری عالمی جنگ سے پہلے ماہرین آثارِ قدیمہ کی ایک جماعت اطلانطس کی تلاش میں نکلی۔ لیکن جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے وہ واپس چلی گئی۔

یونان کی تاریخ[5] میں دو بڑے بڑے سیلابوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک

---

[1] انگریزی ترجمہ از The Shuking James Legger ۱۸۶۹ء

[2] Andree Die Flutsagen ۱۸۹۱ء ص ۳۲۔

[3] افلاطون :- Timaeus ص ۲۲

[4] کرلیٹرن ص ۱۴۹ [5] ایضاً ص ۱۵۱

ڈکالیئن[1] کے نام سے مشہور ہے، اور دوسرا اگیگسؔ[2] کہلاتا ہے۔ پہلا ساری دُنیا پہ آیا تھا اور دوسرا خروج کے وقت اٹلی کے صرف ایک صوبے اٹیکا میں۔ آگستین فلسفی (۳۵۴ — ۴۳۰ء) کا خیال ہے کہ[3] ڈکالین کا سیلاب خروج کے وقت آیا تھا اور طوفانِ اگیگس پہلے آچکا تھا۔ اشبیلیہ کے مؤرخ پادری اسیڈور (Isidore ۵۶۰ تا ۶۳۶ء) کی تحقیق بھی یہی ہے۔

تیسری صدی میلادی کا ایک مؤرخ سولینس[4] (Solinus) لکھتا ہے کہ اگیگس کے طوفان کے بعد تقریباً نو دن تک رات چھائی رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہزارہا آتش فشاں پہاڑوں کے یک دم پھٹنے سے فضا دھوئیں سے بھر گئی تھی اور اندھیرا چھا گیا تھا۔

تو یہ ہے چند سیلابوں اور طوفانوں کی مختصر رُوداد۔ طوفانِ نوح بھی اسی نوعیت کا ایک حادثہ تھا۔ اس کی تفصیل قرآن میں یوں ہے:

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ .... بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (ہود ۳۶ تا ۴۴)

(ہم نے نوحؑ کو وحی بھیجی کہ ان لوگوں کے سوا جو پہلے ہی تم پر ایمان لا چکے

---

[1] ڈکالیئن (Deucalion). یونان کا ایک دیوتا تھا۔ ایک دفعہ جب دُنیا ایک عظیم سیلاب کی لپیٹ میں آگئی تو اُس نے ایک کشتی بنائی۔ اس میں اپنی بیوی سمیت سوار ہوگیا اور بچ گیا۔ (اسٹینڈرڈ)

[2] یونانی ماثقالوجی میں سورج کا بیٹا۔ نیز اٹلی کے ایک خطّے کا بادشاہ۔ (بریطانیکا)

[3] آگستین: The City of God (باب ۱۰-۱۱)

[4] سولینس Polyhistor انگریزی ترجمہ از اے گولڈنگ (طبع لنڈن ۱۵۸۷ء باب ۱۲)

ہیں اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ سو ان کے اس رویّے سے ہمت نہ ہارو۔ ہماری ہدایت کے مطابق ہماری آنکھوں کے سامنے ایک کشتی تیار کرو اور میرے پاس ظالموں کی سفارش مت کرو کیونکہ میں انہیں غرق کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں چنانچہ نوحؑ نے کشتی بنانا شروع کر دی۔ اس کی قوم کے سردار جب بھی اس کے پاس سے گزرتے تو اس کا مذاق اڑاتے۔ نوحؑ جواب دیتے کہ تم آج مذاق اڑا لو۔ کل ہماری باری ہوگی۔ تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔ پھر جب ہمارا حکم آیا اور پانی بطن زمین سے اچھل اچھل کر باہر آنے لگا تو ہم نے نوحؑ کو کہا کہ کشتی میں ہر جاندار کے دو دو جوڑے بھر لو سوائے ان کے جنہیں ہم غرق کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور نوحؑ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ پھر نوحؑ نے کہا کہ آؤ سب اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور رکنا اللہ کے نام سے ہوگا۔ اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ جب کشتی کوہ پیکر موجوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی تو نوحؑ نے اپنے بیٹے کو جو الگ کھڑا تھا آواز دی کہ آؤ ہمارے ساتھ اور کافر مت بنو۔ کہنے لگا کہ میں سیلاب سے بچنے کے لیے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ نوحؑ نے کہا آج اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ پھر ایک موج نے اسے لپیٹ لیا۔ اور وہ ڈوب گیا۔ کچھ عرصے کے بعد ہم نے زمین سے کہا کہ پانی جذب کر لو۔ گھٹاؤں سے کہا کہ تھم جاؤ۔ پھر پانی جذب ہو گیا ہماری بات پوری ہو گئی۔ کشتی کوہ جودی (ارمینیہ) پہ جا لگی اور ظالم ذلت و لعنت کا شکار ہو گئے۔

۲۹- اَرض و سَماء کی تباہی

قرآن حکیم میں بار بار اس دن سے ڈراتا ہے، جب:۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝

(مزمل - ۱۴)

(زمین تھر تھر کانپ اٹھے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔) بلکہ (دھنی ہوئی روئی کی طرح فضا میں بکھر جائیں گے)۔

(القارعۃ - ۵)

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝

(انفطار - ۱تا۲)

(جب آسمان پھٹ جائے گا اور تارے گر پڑیں گے)

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۔

(فجر)

(جب زمین کی دھجیاں اڑ جائیں گی)

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ ۔ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

(ابراہیم - ۴۸)

(جب اس زمین و آسمان کی جگہ نئی زمین اور نیا آسمان تعمیر ہو جائے گا)

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝ (الانبیاء ۱۰۴)

(جب ہم آسمان کو طومار کی طرح لپیٹ کر ایک طرف پھینک دیں گے اور عمل تخلیق کو دہرائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کریں گے)۔

اِن آیات کا ماحصل یہ کہ یہ دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اس زمین و آسمان کی جگہ نئے ارض و سماء آ جائیں گے۔ اور تخلیق کا عمل دہرایا جائے گا۔

تخریب و تعمیر کا یہ تصور تمام اقوام و ملل کے ہاں ملتا ہے۔ روما کا ایک مؤرخ وَیرو (Varro ۱۱۶۔۲۷ ق م) لکھتا ہے کہ اٹلی کے ایک علاقہ ایٹروریا (Etruria) کی قدیم تاریخ میں کائنات کے سات مرتبہ فنا ہونے اور پھر پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ تیسری صدی عیسوی کا ایک قلمکار سینسورینس (Censorinus) جو وَیرو کی تحریرات کا جامع بھی تھا۔ کہتا ہے کہ اٹلی کے لوگ ستارہ شناسی میں ماہر تھے۔ اور وہ بعض آسمانی علامات سے کائنات کی تباہی کا پتہ چلا لیتے تھے۔ اِس قسم کی روایات یونانیوں کے ہاں بھی ملتی ہیں۔ ارسطو کہتا ہے کہ کائنات ایک دفعہ پانی سے تباہ ہوتی ہے اور دوسری دفعہ آگ سے۔ یونان کے ایک فلسفی ہیرقلیطس (Heraclitus ۵۴۰ تا ۴۷۵ ق م) کا خیال یہ ہے کہ دنیا ۱۰۸۰۰ سال کے بعد آگ سے تباہ ہو جاتی ہے۔ یونان کا ایک اور حکیم ارسطارکس (۲۲۰۔۱۴۳ ق م)

---

(۱) Censorinus : – liber de die natali XVIII

(۲) کوریشن۔ ص ۱۹۱

(۳) (Aristarchus) منجم۔ محاسب اور گرامری تھا۔ یہ سورج کو ساکن اور زمین کو متحرک سمجھتا تھا۔ اسکندریہ میں تعلیم پائی اور قبرص میں وفات۔ (بریٹانیکا)

کہتا[1] ہے کہ ۲۴۰۸۴ سال میں دنیا دو دفعہ تباہ ہوتی ہے۔ ایک دفعہ پانی اور دوسری دفعہ
آگ سے۔ زینو فلسفی (۳۴۰ - ۲۷۰ ق م) کے پیرو، جو سٹائکس کے نام سے مشہور
ہیں کہتے ہیں کہ یہ دنیا بار بار آگ سے تباہ ہوتی اور پھر پیدا ہوتی ہے۔ یونان کا
ایک یہودی فلسفی فیلو[2] (Philo) (۱۰ - ۵۰ء) بھی ان کا ہم نوا ہے۔ یہ
کہتا ہے کہ یونان کے دو دیگر فلسفی دیمقراطیس (۴۶۰ - ۳۷۰ ق م) اور ابیقورس
(۳۴۱ - ۲۷۰ ق م) بھی دنیا کی تباہی اور پھر تخلیق نو کے قائل تھے۔ یونان کا ایک اور
فلسفی ہیسیڈ (Hesiod) (تقریباً ۸۰۰ ق م) لکھتا ہے[3] کہ اس سے پہلے دنیا چار
مرتبہ تباہ ہو چکی ہے۔ مگر ٹرائے[4] کا تعلق چوتھی دنیا سے تھا۔
خلیج بنگال کے ساحل تبت اور ہندوستان کے بعض حلقوں میں چار تباہ شدہ

---

[1] کوریش ص ۱۴۱

[2] فیلو:۔ On the Eternity of the world
(الیف۔ ایچ۔ کالسن کا ترجمہ۔ ۱۹۴۱ء)

[3] ہیسیڈ:۔ Works and Days
(انگریزی ترجمہ از ایولین وائٹ۔ ۱۹۱۴ء۔ ج ۔ ص ۱۲۹۔

[4] ٹرائے شمال مغربی ترکی کا ایک شہر جس کا شہزادہ سپارٹا کی ایک حسینہ ہیلن کو بھگا لے گیا
تھا۔ سپارٹا والوں نے بازیابی کی بہت کوشش کی۔ لیکن شہزادہ نہ مانا۔ بالآخر سپارٹا
والوں نے ٹرائے کا محاصرہ کر لیا۔ جو دس سال جاری رہا۔ پھر ایک چال سے شہر میں
داخل ہو گئے اور ہیلن کو واپس لے آئے۔ یونان کے ایک مشہور شاعر ہومر (تقریباً
۸۵۰ ق م) کا مشہور شاہکار ایلیڈ (Iliad) اسی واقعہ کے متعلق ہے۔
(کیسل انسائیکلوپیڈیا)

دُنیاؤں کا تصور ملتا ہے۔ بدھوں کی ایک کتاب وِسُدھی مگّا (Visuddhi Magga)
میں لکھا ہے کہ دُنیا سات مرتبہ تباہ ہو گی۔ یہ تباہی آگ، سیلاب یا آندھی سے ہو گی۔ اوِستا
بھی سات تباہیوں کی قائل ہے۔

قرآن بھی کائنات کی مکمل تباہی کا قائل ہے۔ لیکن یہ تباہی ایک ایسے زلزلے سے ہو گی
جس سے ارض و سما سب تباہ ہو جائیں گے۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ
السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ ۝ (الحج ۱۰)

(اے لوگو! اللہ سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا ہی ہولناک ہو گا)

اہلِ چین کنفوشس تک تباہ شدہ دُنیاؤں کی تعداد دس بتاتے ہیں۔ ہر تباہی میں دریا اپنی
گزرگاہوں سے اچھل کر باہر آ جاتے ہیں، پہاڑ پھٹ جاتے اور تمام جاندار مر جاتے ہیں۔
امریکہ کے بعض قبائل مثلاً مایاز (Mayas) اور ایزٹیکس (Aztecs)
میں بھی جہانگیر تباہیوں کی روایات ملتی ہیں۔ میکسیکو کی قرار پیخ میں مذکور ہے کہ موجودہ

لے Budhism in Translations :– H.C. Warren
لنڈن ۱۸۹۶ء ۔ ص ۳۲۰

ے The Sacred books of the East.
تدوین۔ ایف۔ ایم۔ مُلر ۔ ۱۸۸۰ء ص ۱۹۱

سے M. Murray وغیرہ
An Historical and Descriptive Account of China
(جلد ا ۔ دوسرا ایڈیشن ۱۸۳۶ء ص ۴۰

کے Unanographic chinoise :- G. Schlegel. ۱۸۷۵ء ص ۵۲۰

شہ ص ۵۱

لہ جلد ا ص ۴

ارض و سما سے پہلے کائنات چار مرتبہ تباہ ہو چکی تھی۔

بعض بحر الکاہل جزائر مثلاً ہوائی اور پولی نیشیا میں نو تباہیوں کی روایت موجود ہے۔ آئس لینڈ والے بھی نو تباہیوں کے قائل ہیں۔ یونان کا یہودی فلسفی فیلو (۱۰ - ۵۰ء) کہتا ہے کہ دنیا آگ اور سیلاب سے بار بار تباہ ہوتی رہی ہے۔ ایک ہندی روایت کے مطابق یہ دنیا چھ بار تباہ ہو چکی ہے، اور اب یہ اس کی ساتویں زندگی ہے۔

کیا اب بھی اس حقیقت میں کوئی شک باقی ہے کہ کائنات کو بار بار تباہ کرنے والا خدا اس دنیا کو ایک مرتبہ اور تباہ کرے گا، اور غالباً یہ آخری تباہی ہو گی۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤی اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۞ (الحاقۃ - ۱۳ تا ۱۷)

(جب صور میں ایک بار پھونک ماری جائے گی۔ اور زمین پہاڑوں سمیت اپنی جگہ سے اٹھا لی جائے گی تو اس روز قیامت قائم ہو جائے گی۔ آسمان ڈھیلے ہو کر پھٹ جائیں گے اور فرشتے آسمانوں کے کناروں پہ جمع ہو جائیں گے۔ اس وقت اللہ کے تخت کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے)

---

[۱] Oceanic Mythology :— R.B. Dixon. (۱۹۱۶ء) ص ۱۵

[۲] فیلو: Moses-II ص ۵۳

[۳] وارن: بدھ ازم ان ٹرانسلیشن، ص ۳۲۲

۳۰۔ کھٹملوں، جوؤں اور دیگر حشرات کا عذاب

حشرات کا عذاب نہ صرف مصر پہ نازل ہوا تھا۔ بلکہ بعض دیگر ممالک بھی اس کا شکار ہوئے۔ ایران کی ایک کتاب بندا ہس (Bundehis) میں مذکور ہے کہ بہت قدیم زمانے میں آہرمن آسمان پر گیا۔ وہاں سے سانپ بن کر زمین پر لپکا۔ پھر مکھی بن کر ساری کائنات پہ پر پھیلا دیے۔ سورج کی گردش رک گئی۔ اور گہری تاریکی چھا گئی۔ بعد ازاں اس نے لاتعداد سانپ، بچھو، کھٹمل وغیرہ زمین پہ چھوڑ دیے اور دنیا چیخ اٹھی۔

عذاب مصر کے متعلق تورات کہتی ہے:

" اللہ نے مصر پہ ایسی مکھیاں بھیجیں جو انسانوں کو نگل جاتی تھیں۔ نیز ایسے مینڈک بھیجے جو ہر چیز کو تباہ کر دیتے تھے۔ درختوں، پودوں اور فصلوں کو ٹڈی دل چاٹ گیا۔ اور ہر گھر جوؤں سے بھر گیا۔"

(ملخص)

۱؎ بندا ہس۔ پہلوی متن۔ انگریزی ترجمہ از مسٹر E.W. West
باب سوم۔ ۱۸۸۰ء

۲؎ خروج۔ باب ۸۔ ۱۰

جس[1] زمانے میں اسرائیلی مصر سے نکل رہے تھے تو عمالیق[2] چیونٹیوں سے تنگ آکر عرب سے کنعان کی طرف جا رہے تھے۔

مسعودی؛ ابوالحسن علی بن حسین بغدادی (۹۵۶ء) لکھتا[3] ہے کہ ایک دفعہ اللہ نے جرہم[4] پر تیز رفتار بادل اور چیونٹے بھیجے تھے۔ ابوالفرج[5] اصفہانی (۹۶۷ء) کتاب الاغانی میں اس کی تائید کرتا ہے۔

قدیم[6] چین کی تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ یاہو (۲۳۰۰ ق م) کے زمانے میں دنیا کئی تباہیوں کا شکار ہوئی تھی۔ سورج کئی دن تک آگ برساتا رہا۔ جنگلات میں آگ لگ گئی۔ سمندروں میں پہاڑوں جتنی بلند لہریں اٹھنے لگیں اور زمین کیڑوں مکوڑوں سے بھر گئی۔

یونان[7] کا ایک مؤرخ ہیروڈوٹس (۴۸۵ - ۴۲۵ ق م) لکھتا ہے کہ جب وہ مصر میں گیا تو اسے بعض مذہبی پیشواؤں اور دیگر اکابر نے بتایا کہ جب اشوریا کا ایک

---

[1] کرلیشن ص ۱۸۳

[2] عمالیق کے جد اعلیٰ کا نام عملق بن لوذ بن سام تھا۔ حضرت ابراہیم کے زمانے میں یہ بحیرہ مردار کے مغرب میں آباد تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہ صحرائے تیہ پر قابض تھے۔ ایک روایت کے مطابق یہ پانچ سو برس تک مصر پر بھی حکومت کرتے رہے۔ جب اسرائیل نے انہیں تیہ میں شکست دی تو یہ یمن اور اس کے نواح میں آگئے۔ یہ لوگ حضرت داؤد اور طالوت سے بھی لڑے تھے اور شکست کھائی تھی۔ (چارلس ریڈل۔ پیپلز بائبل انسائیکلوپیڈیا شکاگو (۱۹۲۱ء) ص ۱۶)

[3] مروج الذہب۔ باب سوم۔

[4] جرہم مکہ کے پہلے آباد کار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے (زبیر احمد ادب العربی (۱۹۴۶ء) ص ۲۵)

[5] [illegible] [6] ایضاً ص ۱۱ [7] ایضاً ص ۴۵

بادشاہ سناکرب (۷۰۲ - ۶۸۱ ق م) مصر کی طرف بڑھا تو سرحد کے قریب مصریوں نے ایک دیوی کا مجسمہ بنا کر اس کے ہاتھ میں پتھر کا ایک چوہا تھما دیا۔ اللہ کی شان کہ رات کو لاکھوں چوہے سناکرب کے کیمپ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے خیمے، کمانوں کے چلے، بورسے، تھیلے، جوتے اور چمڑے کی تمام دیگر اشیاء ریزہ ریزہ کر دیں اور حملہ آور بھاگ گئے۔

رامسس دوم (فرعون موسیٰ) کے زمانے میں جنوبی سمندر کے جزائر میں رہنے والے لوگ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ بادل زمین کے قریب آ گئے تھے۔ ساتھ ہی کہیں سے اتنی بڑی بڑی مکھیاں پل پڑیں کہ ان کے پروں سے بادلوں کے ٹکڑے اڑ گئے۔[1]

فراعنہ مصر کے تین دور تھے۔ ہر دور تقریباً بارہ سو سال پر مشتمل تھا۔ درمیانی دور کے اختتام پر مصری علم پر مکھی کی تصویر تھی۔[2]

کہتے ہیں کہ بہت قدیم زمانے میں وینس[3] (زہرہ) اپنی گزرگاہ کو چھوڑ کر زمین کے قریب سے گزرا۔ اس کی گیس سے زمین پر زہریلے حشرات پھیل گئے۔ آج بھی جب گرمیوں میں صحرا کی جانب سے بادِ سموم آتی ہے تو ہر طرف حشرات نمودار ہو جاتے ہیں۔

کنعان میں بعل[4] نامی بت کی پرستش ہوتی تھی۔ اسے کنعانی مکھیوں کا خدا کہتے

---

[1] Religious and cosmic :– Williamson

Beliefs of Central Polynesia-I

۱۹۳۳ء - ص ۹۵۔

[2] کورلیشن ص ۱۸۳   [3] ایضاً ص ۱۸۴

[4] سلاطین ۲ - باب ۱ - آیت ۲ -

تھے۔ وسطی برازیل میں زہرہ کو۔ ریت کی مکھی کہا جاتا تھا۔
یہ تھیں بعض اقوام و قبائل کی روایات۔
کسی زمانے میں مصر پر بھی اسی قسم کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اور اہلِ مصر جوؤں، کھٹملوں
اور مینڈکوں کے سیلاب سے چیخ اُٹھے تھے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ٥ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ
مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥
(القصص - ۲ تا ۳)

(یہ ایک واضح اور دلکش کتاب کی آیات ہیں۔ ہم تمہیں فرعون و موسیٰؑ کی
داستان اس لیے صحیح سُنا رہے ہیں کہ تم اپنے پیروؤں کو بھی اس سے آگاہ
کرو۔)

۱؎ کولیشن ص ۱۸۴

۳۱ - کائنات میں تاریکی

تورات کتاب پیدائش میں ہے:۔

"شروع میں جب خدا زمین و آسمان کو پیدا کر چکا تو ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اور پانی پر اندھیرا۔ خدا کا تخت پانی پر تیر رہا تھا۔ اُس نے کہا: "اجالا ہو جائے" اور فوراً اُجالا ہو گیا۔" (پیدائش ۱-۳/۱)

قرآنِ مقدس بار بار ایک ایسے وقت کی خبر دیتا ہے:۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ (تکویر - ۱تا۳)

(جب سورج سیاہ ہو جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے۔ اور پہاڑ اُڑ جائیں گے)

چھوٹے پیمانے پر دُنیا بارہا تاریک ہو چکی ہے۔ مصر کی رِوایات میں ہے کہ ایک مرتبہ مصر میں ایک زبردست آندھی آئی جو سات دن تک چلتی رہی۔ اِس دوران میں تاریکی کا یہ عالم تھا کہ چراغ کی روشنی تک نظر نہیں آتی تھی۔ لوگ سات دن تک کھائے پیئے بغیر زمین پر پڑے رہے اور ہر پچاس میں سے انچاس آدمی ہلاک ہو گئے[1]۔ توراۃ میں ہے کہ مصر میں تین دن تک اس بلا کی تاریکی رہی کہ کوئی آدمی کسی کو

---

[1] Legends-II :– Ginzberg ص ۳۶۰ -

[2] خروج - ۱۰/۲۲

نہ دیکھ سکا اور نہ اپنے مقام سے حرکت کر سکا۔

سوڈانی قبائل کی داستانوں میں بھی ایک ایسی رات کا ذکر ملتا ہے جو بہت طویل تھی اور ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔

فن لینڈ میں یہ کہانی آج بھی بیان ہو رہی ہے کہ ایک دفعہ آسمان سے لوہے کے گولے برسے۔ شمس و قمر آسمان سے غائب ہو گئے اور کچھ عرصے کے بعد نئے شمس و قمر کہیں سے آ گئے۔

سپین کے دو مؤرخ ایویلا (Avila ۱۵۷۹ء) اور مولینا (Molina ۱۵۷۱ - ۱۶۴۸) برسوں تک ریڈ انڈینز کی کہانیاں جمع کرتے رہے ہیں۔ ان کہانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ ستارے آپس میں ٹکرا گئے اور سورج پانچ دن تک غائب رہا۔

جنوبی امریکہ کی ایک ریاست پیرو میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ ایک دفعہ سورج پانچ دن تک طلوع نہ ہوا۔

بابل کی ایک داستانِ شجاعت گلگمش (Gilgamesh) میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک کالی گھٹا اٹھی جو ساری زمین پر چھا گئی اور دنیا تاریک ہو گئی۔

---

[۱] Dichten und Denken in Sudan. L. Frobenius طبع ۱۹۲۵ء - ص ۳۸

[۲] J.M. Crawford مترجم Kalevala طبع ۱۸۸۸ء ص ۱۳

[۳] Sources de L Historie :— Brasseur Primitive due Mexique ص ۴۷

[۴] Andree Die Flutsagen. ص ۱۱۵

[۵] گلگمش کا انگریزی ترجمہ از آر سی تھامپسن - ۱۹۲۸ء -

ایرانؔ کی ایک کتاب بنداہس میں ہے کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت سورج غائب ہوگیا اور دنیا اتھاہ تاریکی میں ڈوب گئی۔

میکسیکو کے لوگ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آسمان گر پڑا۔ چار سُو اندھیرا چھا گیا اور زندگی ختم ہوگئی۔

۱۷۸۳ء میں جب آئس لینڈ کا ایک پہاڑ (skaptar Jokull) پھٹا تو وہاں کئی ماہ تک اندھیرا چھایا رہا۔

میکسیکو کی ایک روایت بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ وہاں تاریکی چھا گئی جو پچیس برس تک رہی۔ سپین کا ایک مؤرخ گومارا (Gomara ۱۵۰۰ – ۱۵۵۰ء) جو کولمبس کے بعد امریکہ میں گیا تھا، اس کی تائید کرتا ہے۔

جاپان کی ایک تاریخی کتاب ہنگی (Nihangi) میں ہے کہ جاپان کے شہنشاہ کامی یاماٹو (Kami Yamato) کے زمانے میں سورج مدتوں غائب رہا۔ اور قرآنِ عظیم کہتا ہے کہ:۔

لہ بنداہس - پہلوی متن - ترجمہ از ای ڈبلیو - ویسٹ (West) ص ۱۶ طبع ۱۸۸۰ء

سٹہ Seler Gesammette Abhandlungen-II ص ۱۹

سکہ The Eruption of Krakato :— G.J. Symons. ۱۸۸۸ء ص ۳۹۳

سکہ Sources de L historie primitive :— Brasseur du mexique ص ۳۴

شہ ہنگی (ترجمہ) - ڈبلیو - جی - آسٹن، ص ۴۶ اور ۱۸۶ ۔

إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۙ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ؕ

(انفطار - ۱ تا ۵)

(جب آسمان پھٹ جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے۔ دریا سوکھ جائیں گے۔ اور قبریں کھل جائیں گی۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس نے کیا کچھ آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا ہے)

۳۲۔ دو مشرق اور دو مغرب

۲۱ جون سے ۲۱ دسمبر تک سورج ہر صبح ایک نئی مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ ان مشارق کی تعداد ۱۸۲ بنتی ہے۔ اور اتنی ہی تعداد مغارب کی ہے۔ طلوع و غروب کا سلسلہ آغاز آفرینش سے چل رہا ہے اور آج تک اوقات میں ایک سیکنڈ[1] تک کا تفاوت نہیں ہوا۔ اور ہوتا بھی کیسے کہ یہ نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ قطعاً غلطی نہیں کرتا۔

إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝

(الصافات - ۴-۵)

(تمہارا خدا ایک ہے، رب زمین و آسمان - ان دونوں کے مابین تمام اشیاء نیز تمام مشارق کا رب ہے)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝

(الرحمٰن - ۱۷)

(وہ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب ہے)۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر یکم جون ۱۹۷۰ء کو سورج صبح ۵ بجے نکلا تھا تو ہر جون کی پہلی کو وہ یہیں اسی وقت نکلے گا۔

دو مشرق اور دو مغرب کی بات انوکھی نہیں - یونان کا مشہور مورخ ہیروڈوٹس ---
(۴۸۴-۴۲۴) لکھتا ہے کہ میں جب مصر میں گیا تو وہاں ایک مذہبی پیشوا نے مجھے بتایا کہ
مصر کے پہلے بادشاہ کی تخت نشینی سے آج تک ۳۴۱ نسلیں گزر چکی ہیں - اگر تین نسلوں کا
زمانہ ایک سو سال کے برابر ہو تو یہ کل ۱۱۳۴۰ سال بنتے ہیں - اس عرصے میں سورج دو
مرتبہ مغرب سے نکل کر مشرق میں ڈوبا تھا - اس روایت کی روشنی میں دو مشرق ہوئے -
ایک ہمارا مشرق اور دوسرا مصر کا وہ مشرق -
پہلی صدی میلادی کا ایک لاطینی مصنف پمپونیس میلا (Pomponius Mela
لکھتا ہے کہ مصر کے لوگ دو باتوں پہ نازاں تھے - اول اپنے قدیم ہونے پر - دوم: اس حقیقت
پہ کہ ان کی تاریخ میں سورج دو مرتبہ مغرب سے طلوع ہو کر مشرق میں ڈوبا تھا -
ایچ - او - لینج (H.D. Lange :--) کہتا ہے کہ زمین پہ بارہا ایسا وقت
آیا ہے کہ شمال جنوب بن گیا - مشرق مغرب اور زمین الٹی ہو گئی -
مصری کی ایک تحریر جو لینن گراڈ کے میوزم میں محفوظ ہے اور جس کا نمبر 1116 B
ہے - بتاتی ہے کہ بعض اوقات زمین الٹی ہو جاتی رہی ہے -

۱؎ ہیروڈوٹس کی تاریخ - جلد ۲ ص ۱۴۳
انگریزی ترجمہ از A.O. Godley. طبع ۱۹۲۱ء

۲؎ Pomponius Mela)

De Sita Orbis

۳؎ (H. O. Lange)
K. Denske Videnskabernes Selskab

۴؎ Journal of Egyption Archaeology I GARDNER ۱۹۱۴ء

افلاطون (۴۲۷ - ۳۴۷ ق م) اپنے مقالات میں کہتا ہے کہ بعض اوقات زمین گُلٹے چکر لگانے لگتی ہے اور سمتیں بدل جاتی ہیں۔ لیکن یہ اُس وقت ہوتا ہے جب آسمانی قوتیں زمین کے باسیوں سے ناراض ہو جاتی ہیں۔[1]

یونان کا ایک المیہ نگار یوری پیڈس (Euripides :— ۴۸۰-۴۰۶ ق م) لکھتا ہے کہ ایک دفعہ زیوس دیوتا نے سورج کو مغرب سے مشرق کی طرف واپس بھیج دیا تھا۔[2]
قرطبہ کا ایک فلسفی سینیکا (Seneca :— ۴ ق م - ۶۵ ء) لکھتا ہے کہ ایک دفعہ سورج اچانک مغرب سے مشرق کی طرف چل دیا تو لوگ ڈر گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا قیامت آگئی ہے۔[3]

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

(قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو)۔[4]

---

[1] Politicus :— Plato
مترجم؛ H.N. Fowler ۱۹۲۵ء ص ۹۱
[2] Euripides Electra-II
مترجم A.S. Way ص ۷۶
[3] Seneca Thyestes-II
مترجم۔ الیف ج۔ ملر ص ۹۲
[4] تجرید البخاری حصہ دوم ص ۹۹۳

۳۳ - بادِ صرصر سے تباہی

قومِ عاد کے متعلق ارشاد ہوا۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا
عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى
الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ
تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝

(الحاقۃ - ۶-۸)

(اللہ نے عاد کو زناٹے کی تند آندھی سے تباہ کر دیا۔ یہ سات راتیں، اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی اور لوگ یوں گر رہے تھے جیسے کھوکھلی کھجوروں کے تنے۔ کیا اُن میں سے اب کوئی زندہ نظر آتا ہے!)

جب غزوۂ خندق (۵ھ) میں کفار کا ایک بہت بڑا لشکر (تقریباً ۱۵ ہزار افراد پر مشتمل) مدینہ پر حملہ آور ہوا تو ایک تند و تیز آندھی سے اُن کے خیمے۔ سامان اور راشن کے بورے اُڑ گئے۔ اور وہ گھبرا کر بھاگ گئے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ
تَرَوْهَا ۔

(الاحزاب - ۹)

(اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب کفار کے

لشکر مدینہ پر چڑھ کر آئے تھے۔ تو ہم نے اُن پر آندھی چلائی اور ایسی فوج (فرشتے) بھیجی جسے تم نہیں دیکھ سکتے تھے)

یہودی روایات میں ہے کہ مصر کی ہر چیز سرخ ہو جانے کے بعد سات دن تک ایک تیز آندھی چلتی رہی۔ اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ مُدار ستارے کی کشش سے زمین کی حرکت کچھ دیر کے لیے رُک گئی اور عالمگیر آندھی چل پڑی یا اس ستارے کی تیز رفتار سے کُرۂ ہوا میں زبردست تلاطم پیدا ہو گیا۔ جس سے ہزاروں بستیاں تباہ ہو گئیں۔ لاتعداد درخت گر پڑے۔ زمین کی صورت تبدیل ہو گئی۔ پہاڑ اُلٹ گئے۔ اور دُنیا کی بیشتر آبادی ہلاک ہو گئی۔

ایرانی روایات میں ہے کہ ایک دفعہ دو دیوتاؤں مردُک اور تیامت میں جنگ ہو گئی۔ مردُک نے ایسی تیز آندھی چلائی کہ جس نے تمام پچھلے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ اور ہر چیز کو تباہ کر دیا۔

شمالی نیوزی لینڈ کے وحشی قبائل میں یہ روایت آج تک چلی آتی ہے کہ قدیم زمانے میں ایک دفعہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کالی گھٹائیں گھِر آئیں۔ پہلے اُن سے آگ برسی۔ پھر اتنی تیز آندھی چلی کہ تناور درخت جڑ سے اُکھڑ گئے۔ بطنِ زمین سے

---

۱ Lengends-II : Genzberg صفحہ ۱۲

۲ Manuscrit Troano :— Brasseur

۱۸۶۹ء۔ ص ۱۴۱

۳ لوح چہارم۔ Seven Tables of Creation

۴ Primitive Culture. :— E.B. Teylor

۔ ۱۹۲۹ء۔ ص ۳۱۷

خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دینے لگی۔ اور سمندر خشکی پر چڑھ دوڑے۔

جنوبی بحر الکاہل کے چند جزائر جو پولی نیسیا کے نام سے مشہور ہیں۔ ہر سال مارچ کے مہینے میں اپنے ایک دیوتا طفاقا کا دن مناتے ہیں جس نے تاریخ کے ایک ہمہ گیر طوفان میں پولی نیسیا کے غرق شدہ جزائر کو باہر نکالا تھا۔ یہ طوفان تند آندھی سے اٹھا تھا۔ اور اس نے ساری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ تورات میں ہے کہ خدا نے مشرق کی طرف سے ایک تیز ہوا چلا کر سمندر کا پانی ایک طرف ہٹا دیا اور نیچے سے زمین نکل آئی۔

مؤرخین نے مصر پر فراعنہ کے چار ہزار سالہ اقتدار کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دَور دس خاندانوں پر مشتمل تھا۔ دوسرا آٹھ اور تیسرا بارہ پر۔ مصر کا مؤرخ پادری منیتھو Manetho (۲۸۰ ق م) لکھتا ہے کہ درمیانے دَور کا خاتمہ بادِ صرصر سے ہوا تھا۔

بدھسٹوں کے ہاں یہ روایت ملتی ہے کہ کائنات ہمیشہ بادِ صرصر سے تباہ ہوتی ہے۔ یہ ہوا پہاڑوں کو اڑا کر آسمانوں پر پھینک دیتی ہے اور اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ ایک کروڑ دنیاؤں کو ایک لاکھ مرتبہ تباہ کر سکے۔

---

۱ Williamson

Religious and comic Beliefs of central polynesia.

۲ خروج۔ باب ۱۴۔ آیت ۲۱

۳ کوبیشن۔ ص ۹۰

۴ World cycle (Budlism) : Warren. ص ۳۲۸

۲۳۔ آسمان سے پتھر

قرآنِ مقدس میں اللہ نے انسان سے ایک سوال پوچھا ہے:۔

أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ

(الملک ۔ ۱۷)

(اگر آسمان کا رب تم پر پتھر برسانے لگے تو کیا تمہیں یقین ہے کہ تم محفوظ رہو گے؟)

پھر قوم لوط کے متعلق فرمایا:۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ

(ھود ۔ ۸۲)

(سو جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے قوم لوط کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور ان پر کھنگروں کی لگاتار بارش برسائی)

اس سنگ باری کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ بڑے بڑے شہاب یا تو آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں یا زمین سے ٹکرا جائیں۔ ارسطو کہتا ہے کہ ایک دفعہ

ے کریشن ص ۵۲۔

نیز Meteors :— C.P. Olivier. ۱۹۲۵ء ص ۷

ایک شہاب یونان کے ایک دریا اِگاسپوٹامی (Aegospotami) میں جا گرا تھا۔

۲۶۔ اپریل ۱۸۰۳ء کو فرانس کے ایک مقام (Aigle) میں شہابوں کی بارش برسی۔ ۷۔ نومبر ۱۴۹۲ء کو روم کے شہنشاہ میکسی ملین (Maximilian ۱۴۹۵ — ۱۵۱۹ء) اور اس کے درباریوں کے سامنے فرانس کے ایک مقام جسیس (Alsace) میں پتھر برسے۔ جب ۲۴۔ جولائی ۱۷۹۰ء کو جنوبی فرانس میں پتھر برسے تو پیرس کی سائنس اکاڈمی نے اس واقعہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا لیکن ۱۸۰۳ء کے بعد اس کی رائے بدل گئی۔ اور سنگ باری کو ایک حقیقت سمجھنے لگے۔ ۳۰۔ جولائی ۱۹۰۸ء کو لوہے کا ایک گولہ جو چالیس ہزار ٹن وزنی تھا سائبیریا میں گرا۔[۱]
یشوع کی کتاب میں مذکور ہے کہ جب کنعانی بنی اسرائیل کے آگے آگے بھاگے تو اللہ نے اُن پہ آسمان سے پتھر برسائے۔ ان پتھروں سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد اُن سے کہیں زیادہ تھی جو تلوار سے مرے تھے۔[۲]
پچھلے صفحات میں ہم ایک ایسے دُمدار ستارے کا ذکر کر چکے ہیں جس نے بحیرۂ قلزم اور مصر کے ہر چاہ و چشمہ کو سرخ کر دیا تھا۔ یہ ستارہ نکل گیا تو معاً آسمان سے گرم گرم پتھر برسنے لگے۔ کتاب خروج (باب ۹ - آیت ۲۴) میں ہے کہ ان پتھروں کے ساتھ آگ اور گرج بھی تھی۔ اور ہر پتھر پر ہلاک ہونے والے کا نام بھی لکھا تھا۔[۳]

---

[۱] کو یشن - ص ۵۲ - حاشیہ ۳۔

[۲] کتاب یشوع - باب ۱۰ - آیت ۱۱

[۳] Legends :— Ginzberg ص ۱۶۸۔

[۴] Papyrus Ipuwer ایپو ، مصر کا ایک قلمکار تھا جو مسیح سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے گزرا تھا۔

بدھ مت کی ایک کتاب وشدھی مگا[1] Visuddhi magga
میں لکھا ہے کہ جب کائنات کا خاتمہ قریب آتا ہے تو پہلے کالی گھٹا اٹھتی ہے۔ پھر تیز ہوا
چلتی ہے جس میں پہلے گرد ہوتی ہے۔ پھر ریت اور پھر کنکر اور آخر میں درختوں جتنے
بڑے بڑے پتھر۔

میکسیکو[2] کی داستانیں بتاتی ہیں کہ ایک دفعہ آسمان سے آگ اور گرم پتھر برسے تھے۔
فن لینڈ[3] میں یہ روایت بدستور زندہ ہے کہ ایک دفعہ آسمان سے لوہے کے ٹکڑے
گرے تھے۔

---

[1] Budnism in Translations .– Warren. ص ۳۲۸

[2] Alexander
Latin American Mythology ص ۶۸ ۔

[3] Kalevala
انگریزی ترجمہ از J.M Crawford [illegible]

۳۵۔ آسمانی سپاہ

قرآنِ مقدس میں جا بجا آسمانی سپاہ کا ذکر ملتا ہے مثلاً معرکۂ حنین[1] کے متعلق ارشاد ہوا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ
اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ
عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ
ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ
وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۔

(توبہ۔ ۲۵۔ ۲۶)

اللہ کئی میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور معرکۂ حنین میں بھی۔ اس روز تم اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو گئے تھے لیکن یہ کثرت تمہارے۔۔۔

---

[1] حنین ایک وادی ہے مکہ و طائف کے درمیان۔ شوال ۸ھ میں جب حضورؐ فتح مکہ کے بعد مدینہ کو مراجعت فرما رہے تھے تو اس وادی میں دو طاقتور قبیلوں ثقیف و ہوازن کے اندازاً دس ہزار آدمیوں نے حضورؐ پر حملہ کر دیا۔ اس ناگہانی حملے سے پہلے تو صحابہؓ بھاگ نکلے لیکن پھر یوں جم کر لڑے کہ قبائل کو شکست ہو گئی۔ اس روز حضورؐ کے ساتھ بارہ ہزار صحابہؓ تھے۔ (قاضی محمد سلیمان منصورپوری۔ رحمۃ للعالمین۔ ج ۱ ص ۱۲۲ لاہور ۱۹۴۹ء)

کچھ کام نہ آئی - زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تم پہ تنگ ہو گئی - اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ اس کے بعد اللہ نے اپنے رسولؐ اور صحابہؓ پہ تسکین نازل کی اور ان کی مدد کے لیے ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس طرح کفار کو سزا دی اور کافر اسی قابل ہوتے ہیں)

ایک مقام پر اللہ نے غیبی امداد حاصل کرنے کے لیے ایک فارمولا پیش کیا ہے:-

بَلٰۤی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ۝ (آل عمران - ۱۲۵)

(ہاں اگر تم صبر و تقویٰ کو اپنا شعار بنا لو۔ اور کوئی دشمن تم پہ پل پڑے تو اللہ پانچ ہزار بہادر فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا)

یہ فرشتے بارہا ہماری مدد کو آئے - پرانے قصوں کو چھوڑیئے اور ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک و ہند کو یاد کیجیے - ہر میدان میں سینکڑوں سبز پوشوں، گھڑ سواروں اور سفید قبا بزرگوں کی کہانیاں ہم تک پہنچی تھیں۔ لیکن ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ایسی کوئی روایت کہیں سے نہ چلی۔ کیونکہ اس وقت ہمارے سپہ سالاروں کی اکثریت شرابی تھی اور خدا بدکاروں کی مدد نہیں کرتا۔

غیبی لشکر کا تصور یونان کے مشہور شاعر ہومر (۸۰۰ ق م) کے ہاں بھی ملتا ہے۔ وہ ایک ڈرامے میں یونانی دیوتا ایریس (ARES) کو ایک جنگ میں یوں دکھاتا ہے کہ تیز رفتار اور بلند قامت سفید آسمانی گھوڑے اس کے سامنے ہیں۔[1]

---

[1] کرلیشن ص ۲۷۰ -

اسی طرح[1] اہل بابل نے اپنے دیوتا مریخ کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے ساتھ مہیب راکشش تھے۔ جن کی رفتار سے زمین کانپتی اور انسانی آبادی مبتلائے عذاب ہو جاتی تھی۔
آکسفورڈ کے ایک پروفیسر میکس مُلر (Max Muller) نے ویدوں کے کچھ اشلوک (Vadic Hymns) کے نام سے شائع کیے تھے۔ چند سطور کا ترجمہ یہ ہے۔

اے اندرا! اے طاقتور فاتح! ہمیں فتح و ظفر سے ہمکنار کر۔ تو ہمارے پاس اس سحر کی طرح آ جو رات کے سیاہ پردوں کو چیر کر نکلتی ہے۔ سُرخ شعلوں، اژدھے کی طرح چمکتے ہوئے بھالوں اور بے پناہ رعنائی کے ساتھ آ۔ اپنی سپاہ کو چمکتے ہوئے بھالوں اور بجلی کی طرح لہراتی ہوئی تلوار کے ساتھ ہمراہ لا۔ (مختلف اشلوک)

یسعیاہ نبی نے کہا تھا۔

"آسمانی فوج بڑی تیزی سے آئے گی۔ وہ نہ جھکے گی نہ گرے گی، نہ سوئے گی، نہ اس کا کمر بند ڈھیلا پڑے گا، نہ جوتوں کے تسمے ٹوٹیں گے۔ ان کے تیر تیز ہوں گے اور کمانیں سخت۔ ان کے گھوڑوں کے سموں سے آگ نکلے گی۔ ان کی گاڑیوں کے پہیے بگولوں کی طرح گھومیں گے اور گھوڑے یوں دھاڑیں گے جیسے شیر"

(یسعیاہ کی کتاب ۲۹ - ۳۰)

---

[1] :— Bollenrucher

I - GEBETE and Hymnen on Nergal ص ۲۹ -

تورات[1] کہتی ہے کہ جب اشوریہ کے بادشاہ سناکرب (۷۰۲ - ۶۸۱ قم) نے اسرائیل پر حملہ کیا تو اسے جبریل نے تباہ کیا تھا۔

قرآن میں غیبی امداد کے متعلق چند شہادتیں۔ کائنات کی تمام طاقتیں اللہ کے تصرف میں ہیں۔ وہ ساتھ ہو تو ساری کائنات ساتھ دیتی ہے، نہ ہو تو سب چھوڑ جاتے ہیں۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝

(المومن - ۵۱)

(ہم اپنے رسولوں اور انہیں ماننے والوں کی دنیا اور عقبیٰ دونوں میں یقیناً مدد کرتے ہیں)۔

---

[1] ۲ سلاطین ۱۹/۱۸ - یسعیاہ ۳۷/۳۶ -

۳۶۔ مَنّ وسَلویٰ

قرآنِ حکیم میں اللہ نے باربار اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جن سے بنی اسرائیل کو نوازا تھا۔ مثلاً بحیرۂ قلزم کو چیر کر ان کے لیے راستہ بنانا۔ فرعون کو غرق کرنا۔ صحرائے سینا میں اُن کے لیے بارہ چشمے جاری کرنا۔ دھوپ سے بچانے کے لیے اُن کے سروں پہ بادل تان دینا اور مَنّ وسلویٰ نازل کرنا۔

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۔ (البقرہ۔ ۵۷)

(اور ہم نے تم پر مَنّ وسلویٰ نازل کیا۔

سلویٰ سے مراد بٹیروں کی ڈاریں ہیں۔ جو بحر احمر کو پار کر کے خیموں کے قریب اُترتیں۔ اور یہ انہیں پکڑ لیتے تھے۔ مَنّ سے مراد ایک سفید رنگ کی لذیذ مٹھائی ہے جو سرِ صبح منوں کے حساب سے برستی۔ اور لوگ اُسے جمع کر لیتے۔ اگر وہ بعد از طلوع کچھ دیر تک رہ جاتی تو تحلیل ہو کر شبنم کی طرح اُڑ جاتی۔ اس کا ذائقہ شہد جیسا تھا۔

صحرائے سیناؔ میں ایک پودے تمرکس (Tamarix) کے ساتھ بالکل مَنّ جیسا پھل لگتا ہے۔ یہ صبح کے وقت زمین پہ خود بخود گرتا۔ اور دھوپ میں پگھل جاتا ہے۔ وہاں کے لوگ اسے پگھلا کر بوتلوں میں بھر لیتے اور شہد کی طرح ڈبل روٹی کے ساتھ لگا کر کھاتے ہیں۔ اِسے عموماً آسمانی پھل کہا جاتا ہے۔

لہ سمتھ۔ ڈکشنری آف بائبل۔ ص ۳۷۶ -

کہتے ہیں[1] کہ ایک دفعہ آئس لینڈ میں آگ بھڑک اٹھی۔ دو آدمیوں کے سوا باقی سب کچھ جل گیا۔ ان کا گزارہ شبنم پر تھا۔ جو گرنے کے بعد جم جاتی۔ آئس لینڈ کی موجودہ آبادی انہی دو کی اولاد ہے۔

نیوزی لینڈ[2] کے ماوری قبائل کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آندھیوں، گھٹاؤں اور طوفانوں سے ان کے گھر تباہ ہو گئے۔ بعد میں دیر تک کہر چھائی رہی اور فضا سے بھاری (منجمد) شبنم برستی رہی۔

بدھی[3] روایات میں ہے کہ جب دنیا کا ایک چکر ختم ہو جاتا ہے تو آسمان سے غذا برسنے لگتی ہے۔ رگوید[4] اور اتھروا وید میں بھی بادلوں سے شہد برسنے کا ذکر ملتا ہے۔ یونانیوں[5] کے ہاں ایک ایسی آسمانی غذا کا ذکر ملتا ہے جس کا ذائقہ شہد جیسا تھا۔ یہی[6] شہد جب دریاؤں پر برسا تو ان کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔ اور ذائقہ شہد جیسا۔ اسی بنا پر رومن شاعر اووڈ Ovid ۴۳ ق م - ۱۷ء نے کہا تھا کہ ہمارے ملک میں شیر و شہد کی نہریں بہتی ہیں۔

---

[1] Edlic Mythology :– J.A. Mac-Culloch ۱۹۳۰ء ص ۱۶۸

[2] کولینز ص ۱۳۰۔

[3] Budduism in Translations :– Warren. ص ۳۲۲۔

[4] Hymns of the Arthera Veda- ص ۲۲۹۔ اور رگ وید ۔ ۱ ۔ ص ۱۱۲۔

[5] Nektar and Ambrosia :—Roscher

[6] F.J. Miller Metamorphoses. مترجم ص ۱۱۱ ۱۹۱۶ء

۳۷- آسمانی چنگھاڑ

قرآن حکیم اس حقیقت کو بار بار بیان کرتا ہے کہ بدکار اقوام و افراد اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (عنکبوت ۴)

(کیا بدکار لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔ ان کا یہ فیصلہ کتنا غلط ہے۔)

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (عنکبوت - ۴۰)

(ہم نے سب کو گناہوں کی سزا دی۔ کسی پر پتھر برسائے، کسی کو چنگھاڑ سے ہلاک کیا۔ کسی کو زمین میں دھنس دیا۔ اور کسی کو پانی میں ڈبو دیا۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ وہ گناہ کر کے) اپنے آپ پر ظلم توڑتے رہے)

اللہ نے قوم لوط پر پتھر برسائے۔ فرعون کو قلزم میں غرق کیا۔ قارون کو زمین

میں دھنس دیا اور شعیب وصالح علیہما السلام کی قوموں کو آسمانی چنگھاڑ سے ہلاک کیا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

(هود - ۶۶ - ۶۷)

(جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالحؑ اور اس پر ایمان لانے والوں کو بتقاضائے رحمت اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ بے شک تمہارا رب صاحب قوت وعزت ہے اور بدکاروں کو آسمانی چنگھاڑ نے جا لیا۔ اور وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گر کر ہلاک ہو گئے)

حضرت شعیبؑ کے متعلق فرمایا۔

"جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیبؑ اور اس پر ایمان لانے والوں کو بتقاضائے رحمت بچا لیا۔ اور بدکاروں کو چنگھاڑ نے جا لیا۔ اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر گئے۔"

(ہود - ۹۴)

حضرت داؤدؑ نے اس چنگھاڑ کو خدا کی آواز کہا تھا۔

"تمہارے خدا کی للکار سے صحرائے قدیش (تیہ) لرز اٹھا۔ اس کی گرج آسمانوں تک پہنچی اور اس کے لشکارے سے ساری کائنات چمک اٹھی۔"

لہ زبور۔ مختلف آیات کا خلاصہ۔

جنوبی برازیل میں یہ روایت ابھی تک چل رہی ہے کہ ایک مرتبہ اتنے زور سے بجلیاں کڑکیں کہ آسمان پھٹ گیا۔ اس کے ٹکڑے گرنے لگے اور ہر جاندار ہلاک ہو گیا۔

پلینی (۲۳ - ۷۹ء) لکھتا ہے کہ زلزلوں کے ساتھ ایک خوفناک آواز بطنِ زمین سے نکلتی ہے۔ جسے خدا کی آواز کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس طرح کی آواز آتش فشاں پہاڑوں سے بھی نکلتی ہے۔ جب ۱۸۸۳ء میں جزائر شرق الہند کا ایک ولکان (کوہِ آتش فشاں) کڑاکے کر آ پھٹا تو اس کی آواز تین ہزار میل دور جاپان میں بھی سنی گئی۔

جب کوہ طور پر تورات کے ابتدائی دس احکام نازل ہوئے تو پہاڑ لرزنے لگا اور کرنا کی بلند صدا دُور دُور تک پہنچی۔

یونان کا فلسفی شاعر ہیسیڈ (۸۰۰ ق م) لکھتا ہے کہ جب دو آسمانی دیوتاؤں، زیوس اور تائیفون میں جنگ چھڑ گئی تو ہتھیاروں کے ٹکرانے سے زمین و آسمان کانپ اُٹھے۔

فیثا غورث (۵۸۲ - ۵۰۷ ق م) آسمانوں کی موسیقی کا قائل تھا۔ اس سے مُراد وہ

---

[1] ص ۸۰ Moons Myths and Man :— Bellamy.

[2] پلینی نیچرل ہسٹری جلد ۲ ص ۸۲

[3] The Eruption :— (لندن) G. J. Symons. of Karakatua, London, ۱۸۸۸ء

[4] خروج ۔ باب ۱۹ ۔ آیات ۱۸-۱۹ ۔

[5] Theagony-II ۱۹۱۴ء ص ۸۲

[6] کولیشن ۔ ص ۱۰۵

صدائیں ہیں جو کسی وقت بطنِ زمین سے خارج ہوتی ہیں۔
مصر کا مورخ ایپور (۱۴۵۰ ق م) لکھتا ہے کہ سالِ خروج بلند صداؤں کا سال تھا۔ اس سال بطنِ زمین سے اتنی آوازیں نکلیں کہ زمین کے تباہ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔
تالمود[2] اور دیگر اسرائیل ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ جب اشوری بادشاہ سنا کرب (۶۸۱ - ۷۰۲ ق م) نے سلطنت اسرائیل پہ حملہ کیا تو اس کے لشکر پہ آسمان سے آگ برسی جس سے سپاہیوں کی ارواح تک جل گئیں لیکن کپڑے سالم رہے۔ آگ[3] کے ساتھ ایک خوفناک چنگھاڑ بھی شامل تھی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ (الحاقہ ۴-۵)

(ثمود و عاد دونوں نے یوم الحساب کا انکار کر دیا تھا۔ سو ہم نے ثمود کو ایک چنگاڑ سے تباہ کر دیا)

---

۱ PAPYRUS IPUWER-h

۲ یہود کی مذہبی و فقہی تحریرات کا مجموعہ جو بروایتے حضرت عزیر علیہ السلام نے ترتیب کو دیا تھا۔ اس کے دو حصے ہیں، مشنا یعنی فقہی مسائل کا مجموعہ۔ اور جمرا یعنی تفسیر تورات۔ (اسٹینڈرڈ)

۳ Ginzberg Legends-III. ص ۹۷

۳۸ - عادِ ارم

سورۃ الفجر میں ہے :-

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ (الفجر - ۶-۷)

(کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے اُونچی عمارات والے عادِ ارم کی کیا درگت بنائی تھی؟)

اس آیت میں دو لفظ وضاحت طلب ہیں - ارم اور ذات العماد - ارم کے متعلق بعض مفسرین نے کہا کہ یہ ایک شہر کا نام تھا جس کی عمارات سونے اور چاندی کی اینٹوں سے تعمیر ہوئی تھیں - اور بعض نے اُسے ایک قبیلے کا نام بتایا ہے - رہا ذات العماد تو اس کی تین تفسیریں دیکھنے میں آئی ہیں - اوّل خیموں اور بانسوں والے قبائل جو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے - اور خیموں کو بانسوں (ستونوں) سمیت ساتھ لیے پھرتے تھے — دوم قوی و طاقت ور - سوم طویل القامت - کہتے ہیں کہ عادیوں کا قد اسّی سے سو گز تک تھا - ان تفاسیر کی تائید نہ تو تاریخ سے ہوتی ہے اور نہ تازہ تحقیق سے - کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم تازہ ریسرچ اور جدید انکشافات کی روشنی میں اس کی تفسیر پیش کریں؟

---

[1] جلالین - اور تفسیر بیضاوی وغیرہ - " الفجر "

ارم

تورات[1] کہتی ہے کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام اور یافث۔ سام کے پانچ بیٹے تھے۔ عیلام، اسور، ارفکسد، ارام اور لود۔ ارام ہی کو قرآن نے ارم کہا ہے۔ یہ تبدیلی بعض دیگر ناموں میں بھی پائی جاتی ہے۔ تورات کا سلح قرآن میں صالح ہے اور تارح آزر بن گیا ہے۔ ارام (ارم) اسکے چار بیٹے تھے۔ عوض، حول، جیتر اور مش۔ عوض عاد ہی کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

پروفیسر[2] زبید احمد اپنی محققانہ کتاب ادب العرب میں لکھتے ہیں کہ عاد، ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھے جو ۲۲۰۰ ق م سے ۱۰۰۰ ق م تک زندہ رہے۔ ان کے دو ظہور تھے۔ پہلے ظہور میں ان کی حکومت احقاف (حضرموت) نجد، عراق، شام اور مصر پر تھی اور یہ عاد اُولیٰ کہلاتے تھے۔ بابل کے مشہور و المشہور بادشاہ حمورابی کا تعلق اسی دور سے تھا۔ ان کا دوسرا ظہور ۱۸۰۰ ق م میں ہوا تھا اور کوئی دو سو سال پہ پھیلا ہوا تھا۔ اس دور میں ان کا مرکزی شہر وادی صالح[3] تھا جو تبوک کے جنوب میں ساحل کے قریب واقع تھا اور یہ عاد و ثمود کے نام سے مشہور تھے۔

عاد مصر میں

علامہ[4] جوہری طنطاوی کی تحقیق یہ ہے کہ عاد اُولیٰ مصر پر ۲۵۰۰ ق م میں قابض ہوئے

---

[1] پیدائش۔ باب۔ ۱۰

[2] زبید احمد، ادب العرب حصہ اوّل۔ طبع بریلی ۱۹۲۶ء ص ۲۶

[3] جزیرہ نمائے عرب کے شمال مغرب میں۔

[4] تفسیر جواہر القرآن جلد ۲۵ ص ۱۵۸۔

تھے۔ یہ ممالک چرواہے کہلاتے تھے۔ ان کی حکومت تقریباً پانچ سو برس تک رہی۔ مصر پہ فراعنہ کے تیس خاندان تقریباً چار ہزار برس تک حکمران رہے تھے۔ یہ چرواہے سولہواں خاندان شمار ہوتے ہیں۔ دیگر فراعنہ کی طرح انہوں نے بھی وہاں اپنے عظیم الشان مقبرے بنوائے تھے۔ جنہیں اہرام کہا جاتا ہے۔ اُن کی کچھ اور عمارات بھی تھیں جو کریٹ، فلسطین اور بغداد تک پھیلی ہوئی تھیں۔

مشہور سیرت نگار اور مؤرخ ابن اسحاق (۷۶۷ء) فرماتے ہیں:۔

کان سام بن نوح له اولاد منهم ارم بن سام ...... فمن ولد ارم بن سام العمالقة والفراعنة

(بحوالہ تفسیر القرطبی۔ جلد ۲۰ ص ۴۵)

(سام بن نوح کے کئی بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک ارم بن سام تھا فلسطین کے عمالقہ اور مصر کے فراعنہ اسی ارم کی اولاد تھے)

اگر تمام فرعونوں کو ارم کی اولاد سمجھا جائے تو پھر اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ ذات العماد سے مراد اہرام بنانے والے فراعنہ ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے میری کتاب معجم القرآن۔ "عاد" اور "فرعون"۔

كَذٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ۙ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (شوریٰ۔۳)

(غالب و صاحب حکمت ربّ نے تم پر اسی طرح وحی نازل کی ہے جیسے اس نے پہلی اُمتوں پر کی تھی)

---

[1] برطانیکا۔ لنڈن ۱۹۵۰ء جلد ۸ ص ۲۹

۳۹ - منہ کے بَل

حضرت صالح علیہ السلام ۱۸۰۰ ق م میں قوم ثمود کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے قوم کو نیکی کی طرف بلایا لیکن وہ نہ مانی۔ اور جب اس کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ نے انہیں ایک مہیب آواز یا خوفناک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا۔ قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ وہ نہ پیٹھ کے بَل گرے نہ پہلو کے بَل، بلکہ منہ کے بَل اوندھے گر گئے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ (اعراف - ۷۸)

اس آیت میں جاثمین کا لفظ حل طلب ہے۔ لغات القرآن کے مصنف جناب عبدالرشید نعمانی فرماتے ہیں:

"جَاثِمِیْنَ: اوندھے پڑنے والے۔ زانو یا سینے کے بَل زمین پر گرنے والے۔"

(لغات القرآن۔ دہلی ۱۹۴۵ء ص ۲۲۹)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"جَثَمَ جَثْمًا، وجثومًا، پرندے کا زمین پر سینے کے بَل بیٹھنا ......

فَاَصْبَحُوْا ...... جٰثِمِیْنَ

وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (مفردات القرآن۔ اُردو ترجمہ از

محمد عبدہ الفلاح فیروز پوری - لاہور ص ۱۴۰ ۱۹۶۴ء'
آیت کا ترجمہ:-
(قوم ثمود کو ایک خوفناک چنگھاڑ نے آلیا - اور وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گر گئے)
ایک غیر مسلم نقاد کو یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے - کیا ثبوت ہے کہ چنگھاڑ کے بعد وہ لوگ منہ کے بل گرے تھے!
اس سوال کا جواب سید علی اصغر بلگرامی کے اس سفرنامے میں ملتا ہے جو نیاز فتح پوری کے مشہور جریدے نگار (مئی ۱۹۲۹ء ص ۹) میں شائع ہوا تھا - فرماتے ہیں کہ ۱۶ مئی ۱۹۲۲ء کو ہماری ریل تقریباً تین سو زائرین کو لے کر دمشق سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئی - جب یہ مدائن صالح کے اسٹیشن پر پہنچی تو انجن میں کسی خرابی کی وجہ سے وہاں رک گئی - اور ہمیں بتایا گیا کہ اگلی صبح کو روانہ ہوگی - چنانچہ ہم چند آدمی اس شہر کے قدیم کھنڈرات کو دیکھنے کے لیے نکل گئے - دور تک چٹانیں ہی چٹانیں نظر آتی تھیں - جن میں سے بیشتر اندر سے کھدی ہوئی تھیں - اور باہر چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔

وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِيْنَ

(شعراء - ۱۴۹)

(تم پہاڑوں کو تراش کر بڑے مزے سے گھر بناتے تھے)
یہی وہ مقامات ہیں جو پہلے عاد اور پھر ثمود کے مسکن رہے تھے - ان اقوام کو سنگ تراشی میں بڑی مہارت حاصل تھی - یہ سخت چٹانوں کو اندر سے تراش کر اپنے لیے گھر بنالیتے تھے - انہی پہاڑوں میں وہ چشمہ بھی تھا - جہاں حضرت صالح کی ناقہ کو پانی پینے سے روکا گیا تھا - ان کا سلسلہ نسب ارم بن سام بن نوحؑ سے ملتا ہے اور ارم کے معنی پہاڑ اور سنگِ میل کے ہیں۔

قدیم کتب سماوی عاد و ثمود کے ذکر سے خالی ہیں ان کا ذکر صرف قرآن نے کیا ہے۔ ثمود کے یہ مساکن کوئی دو سو مربع میل میں پھیلے ہوئے تھے۔ ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ان گھروں کی سیڑھیاں الٹی تھیں۔ چھتیں زمین پر اوندھی پڑی تھیں۔ انسانی اور حیوانی (اونٹ، گھوڑے اور مویشی) ڈھانچوں کے سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کو تھیں اور بعض ڈھانچے فاسلز (حجری صورت میں تبدیل ہو چکے تھے۔

(ملخص)

کیا اتنی بڑی عینی شہادت کے بعد قرآن حکیم کے بیان میں کسی شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا

(النساء - ۸۷)

(اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟)

---

۴۰ - صرف آلِ نوحؑ باقی

ماہرینِ نسلِ انسانی اِس بات پر متفق ہیں کہ طوفانِ نوحؑ کے بعد صرف آلِ نوحؑ
باقی رہی تھی اور باقی تمام نسلیں ختم ہو گئی تھیں۔ مغرب کا ایک محقق لکھتا ہے:-

Noah on account of his righleousness was saved by God from a flood that exterminated all living things except for Noah and his life his three sons and their Wives and a pair of every living species.

(نیو گلیکسی ۔ انسائیکلو پیڈیا ۔ لنڈن ۔ ۱۹۶۹ء جلد ۴، ص ۴۴۰۲)

(نوحؑ راستبازی کی وجہ سے اُس طوفان سے محفوظ رہا جس
نے خود نوحؑ، اُن کی زوجہ، اُن کے تین بیٹوں، اُن کی بیویوں اور تمام
جانداروں کے سوا باقی سب کو ختم کر دیا تھا)

بک آف نالج میں "نوحؑ" کے نیچے درج ہے:-

The God sent rain until all the earth even to the highest mountain was deep under water and all living things perished except Noah and Those who were in the ark (his wife three sons and their wives).

Stowell

بک آف نالج
ج ۵ ص ۸۹

(ساری زمین بلند پہاڑوں سمیت پانی میں ڈوب گئی - اور تمام زندہ اشیاء، نوحؑ اور اس کے ساتھیوں یعنی اُن کی زوجہ تین بچوں اور اُن کی بیویوں کے سوا سب ہلاک ہو گئے)۔
دی کولمبیا کنگ ڈسک انسائیکلوپیڈیا میں مذکور ہے۔

Noah was the builder of the ark that saved human and animal life from the Deluge. His sons Shem, Ham and Japhet are ancestors of mankind.

(کولمبیا انسائیکلوپیڈیا ص ۱۴۲۹)
(نوحؑ اس کی کشتی کا معمار تھا جس سے انسانی اور حیوانی زندگی کو طوفان سے بچا لیا تھا۔ نوحؑ کے تین بیٹے سام، حام اور یافث نوع انسان کے باپ ہیں)
مشہور مستشرق ایچ - آر - گب لکھتا ہے
"طوفان میں سب کچھ غرق ہو گیا سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نوحؑ نے کشتی میں سوار کر لیا تھا - جانوروں کا ایک ایک جوڑا بھی بچ گیا تھا" (شارٹر انسائیکلوپیڈیا - لنڈن ۱۹۱۳ - ص ۴۳۰)

قتادہ بن دعامہ بصری کا قول ہے:۔

"تمام لوگ حضرت نوحؑ کی اولاد ہیں۔"

(تفسیر ابن کثیر۔ صافات)

ابن عباسؓ کا ارشاد ہے۔

لما خرج نوحٌ من السفينةِ مات من معه من الرجالِ والنساء الا ولدهٗ ونسائهٗ

(تفسیر قرطبی ج ۱۵۔ ص ۸۹۔ قاہرہ۔ ۱۹۶۷ء)

(جب نوحؑ کشتی سے باہر آئے تو اس کے بیٹوں اور گھر کی عورتوں کے سوا دیگر تمام ساتھی رفتہ رفتہ مر گئے۔)

علامہ طنطاوی اور صاحب جلالین قصۂ نوحؑ کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

فالناس كلهم من نسله عليه السلام وكان له ثلثة اولادٍ سامٌ وهو ابو العرب وفارس والروم وحامٌ وهو ابو السودان ويافثٌ وهو ابو الترك الخزر ويأجوج ومأجوج۔

(صافات کی تفسیر۔ آیت ۷۷)

(تمام انسان نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ نوحؑ کے تین بیٹے تھے۔ اوّل سام جو عربوں، ایرانیوں اور رومیوں کا جدِ اعلیٰ تھا۔ دوم سیاہ فام اقوام و قبائل کا باپ۔ سوم یافث بحیرہ خزر کے ترکوں اور یاجوج ماجوج کا مورثِ اوّل)

حکمائے مغرب جو بات آج کہہ رہے ہیں وہ قرآن مقدس نے چودہ سو سال پہلے کہہ دی تھی۔ اور کسی محقق کو آج تک اس کی تردید کی ہمت نہیں پڑی۔

وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ (صافات ۔ ۷۵، تا ۷۷)

(بے شک نوحؑ نے ہم کو پکارا، اور ہم نے عمدہ طریقے سے اس کا جواب دیا ۔ ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو ایک بڑی مصیبت سے بچالیا ۔ اور زمین پر صرف اسی کی اولاد کو باقی رکھا)

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ (الواقعہ ۸۰ ۔ ۸۱)

(یہ قرآن اللہ کی تنزیل ہے ۔ کیا تم اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کر رہے ہو؟)

حرفِ آخر

مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو قرآن کی صداقت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو محض اس لیے مسلمانوں میں شامل ہیں کہ وہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے تھے۔ ورنہ وہ عیاشی کی وجہ سے خدا اور رسولؐ کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں اور قرآنِ عظیم کو داستانِ پارینہ سمجھتے ہیں۔ یہ لایقینی مغرب میں پہنچی تو وہاں کی کروڑوں خواتین کو طوائف اور لاتعداد نوجوانوں کو ہپی بنا دیا۔ اور اب یہی لہر پاکستان میں داخل ہو رہی ہے۔ اگر ابھی سے انسدادی تدابیر اختیار نہ کی گئیں تو ہم بھی انہی ہولناک عواقب کا شکار ہوں گے جن سے آج مغرب دوچار ہے۔

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
اگر دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
اگر نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کہیے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ماخذ

مصنف یا مدون	کتاب
1- ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی	تفسیر القرآن- قاہرہ۔ 1968ء
2- حسین بن مبارک زبیدی	تجرید البخاری۔ لاہور۔ 1354ھ
3- مسعودی۔ ابوالحسن علی بن حسین بغدادی	مروج الذہب۔ طبع اول
4- علامہ جوہری طنطاوی	تفسیر جواہر القرآن - مصر 1346ء
5- جلال الدین سیوطی	تفسیر جلالین
6- ابوعبداللہ محمد ابن اسمٰعیل البخاری	الجامع الصحیح
7- ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	سنن
8- ابوداؤد سلیمان بن اشعث	سنن
9- احمد بن حنبل	مسند
10- شیخ الہند مولانا محمود الحسن	فارسی ترجمہ قرآن۔ کابل 1345ھ
11- محمد فخرالدین حسین خان	تاریخ مکہ۔ دہلی۔ 1310ھ
12- قاضی محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ للعالمین۔ لاہور۔ 1949ء
13- محمد حنیف یزدانی	اصحاب بدر۔ لاہور۔ 1930ء
14- محمد عبدہ الفلاح	مفردات القرآن۔ لاہور۔ 1963ء
15- ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	نفسیات وواردات روحانی۔ لاہور۔ 1958ء

16- پروفیسر زبید احمد — ادب العرب۔ بریلی 1926ء

17- محمد رشید رضا — الوحی المحمدی ترجمہ رشید احمد ارشد۔ لاہور۔ 1960ء

18- محمد حسنین ہیکل — زندگانی۔ امرتسر۔ 1940ء

19- ڈاکٹر ڈریپر — معرکہ مذہب و سائنس' اردو ترجمہ از مولانا ظفر علی خاں۔ طبع اول

20- ہنڈرک فان لون — نوع انسان کی کہانی' اردو' لاہور۔ 1939ء

21- پنجاب یونیورسٹی — دائرۃ المعارف الاسلامیہ لاہور 1964ء

22- لنڈن — انسائیکلوپیڈیا برطانیکا 1950ء

23- شکاگو — کامپٹن انسائیکلوپیڈیا 1956ء

24- لنڈن — کیکسٹن انسائیکلوپیڈیا 1969ء

25- ہوم لائبریری کلکتہ — سٹینڈرڈ انسائیکلوپیڈیا بمبئی۔ طبع اول

26- فرانس میسن' امریکہ 1972ء — Great Design

27- Kenneth Baily — چلڈرن انسائیکلوپیڈیا' لنڈن 1975ء

28- Albrecht Unsold 'The New Cosmos — نیو یارک 1969ء

29- Thomas Robert Malthus: — 1798ء
Essay on the Principle of Population

30- Ask Me Why : Geoffrey Hoyle — لنڈن 1976ء

31- کیسل انسائیکلوپیڈیا آف لٹریچر۔ لنڈن

لنڈن 1953ء

32- چارلس۔ رینڈل۔ چیمبرز بائبل انسائیکلوپیڈیا شکاگو 1921ء

33- ولیم سمتھ ڈکشنری آف دی بائبل طبع اول

34- مبئی طبع اول Herald Wheeler : The Miracle of Life

35- جارج گیمن طبع اول The Creation and Destruction of the Sun

36- پروفیسر وجاہت An Approach to Biological Science

اشرف کیمبلپور 1976ء

37- ہنری ڈرمنڈ طبع اول Ascent of Man

38- چارلس ڈارون The Origin of Species

39- سر جیمز جینز لندن 1929ء Astronomy and Cosmogony

40- جارج لارنس ٹیکساٹوی امریکہ 1655ء

41- آر۔ ڈبلیو۔ ٹرائن (طبع اول) In tune with the Infinite

42- بائبل عہد نامہ قدیم

43- بائبل عہد نامہ (جدید) انجیل

44- لک میگزین اشاعت 24 ستمبر 1963ء مضمون

45- ٹائم۔ نیویارک۔ 25 نومبر 1966ء

46- ریڈرز ڈائجسٹ مارچ 1954ء

47- آکسفورڈ پریس 1934ء

47- آکسفورڈ پریس 1934ء J.D.Unwin : Sex and Culture

48- ریڈرز ڈائجسٹ' اشاعت 1955ء مقالہ : روس کے ناراض کاشت کار

49- F.Fordhem An Introduction to Jung's Psychology U.K 1975

50- ڈاکٹر الیگزینڈر کانن : طبع اول The Invisible Influence

51- ولیم جیمز اردو نفسیات و واردات روحانی ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم طبع اول

52- آر نکلسن روی لنڈن

53- نارمن ونسنٹ اپیل لندن 1974ء Stay Alive All Your Life

54- لنڈن۔ طبع اول L.Powels. Th Morning of the Magicians

55- لاہور 1975ء W.S. Blunt The Future of Islam

56- ڈاکٹر صبحی محمصانی اردو ترجمہ از محمد احمد رضوی' لاہور 1955ء
فلسفہ التشریع فی الاسلام

57- لنڈن 1869ء John Daven Port : An Apology for
Mohammad and the Quran

58- محمد اسد آشروی جنیوا۔ 1964ء Can the Quran be Translated

59- حفظ الرحمان سوہاروی۔ قصص الانبیاء دہلی 1958ء

60- بائبل سوسائٹی لندن آکسفورڈ 1892ء Companion to Bible

61- ایلیٹ سمتھ لنڈن 1906ء

61- ایلیٹ سمتھ لنڈن 1906ء Contribution of the Study of Mummification

62- محمد نعیم صدیقی سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر لاہور 1965ء

63- لنڈن 1953ء Immanual Velikovsky, Worlds in Collision

64- 1857ء Brasseur, Histoire des Nations Civilisees du Mexique

65- Papyrus - Ipuwer

66- جے جی فریزر دی لائبریری 1921ء

67- فریزر Comment to Appollodorus Library-I

68- 1902 L.W.Kinc, The Seven Tables of Creation

69- فن لینڈ کی جنگی کہانیاں۔ مترجم جے ایم کرافورڈ 1888 Kalevala

70- لنڈن 1926ء U. Holmberg; Finno Ugrie Siberian Mythology

71- لنڈن 1927ء H.S Palmer Sinai

72- پلینی نیچرل ہسٹری

73- 1909-10ء F.X. Kulgar : Babylonischi Zeitord-numa

74- 1795ء Lalande, Abrege d'astronomie

75- 1922ء P. Kirchenberg, La Theorie De la Relativite.

76- 1891ء

Andree Die Flutsagen

-77 لنڈن 1938ء H.S Bellamy, Moons, Myths and Man

-78 لنڈن 1925ء Ginzberg, Legends

-79 انگریزی ترجمہ لندن 1937ء Diego De Landa Yucatan. W. Gates

-80 1926ء Leanne De Cambrey Lapland Legends

-81 1934ء R.A. Daly, The Changing World of the Ice Age

-82 1729ء J.Hubner: Kurze Fragen aus der Poliischen Historie

-83 فلاطون Timaes

-84 آگسٹین The City of God

-85 انگریزی ترجمہ ازاے گولڈنگ لنڈن 1577ء Solinus Poluhistor

-86 Censorinus: Liber de die natali XVIII

-87 انگریزی ترجمہ لنڈن 1914ء Hesiod: Works and Days
(H.G.Evelyn White)

-88 انگریزی ترجمہ از 1941ء Philo: On the Eternity of
the World F.H.Colson

-89 لنڈن 1816ء H.C Warren, Budhism in Translations.

-90 1880ء F. M. Muller: The Sacred Books of the East

M.Murray : An Historical and Descripitve Account of China

92- 1857ء G.Schiegal Uranographic Chinoise

93- Humboldt, Rescarhes-II

94- 1857ء Brasseur Historie des nations

95- 1976ء R.B.Dixon : Ocenic Mythology

96- Philo Moses-II

97- ہنداسس (پہلوی) 1880ء انگریزی ترجمہ از E.W.West

98- 1933ء R.W.William Son: Religious and Cosmic. Beliefs of Central Polynesia

99- 1925ء L.Probenus. Dichten and Denken

100- 1928ء Gilgamesh

101- Seler Gesammelta Abhandlungen

102- 1888ء G.J.Symons, The Eruption of Krakato

103- جنگی۔ جاپان کی ایک داستان جس کا انگریزی ترجمہ کیا گیا۔

104- ہیروڈوٹس کی تاریخ 1921ء انگریزی ترجمہ از A.O.Godley

105- Pomponius Mela

106- 1927ء

H.O.Lange, K.Danske Videnskabernes Solskat

Gardner — Archaeology-I ء1914 -107

Journal of Egyption — افلاطون مترجم ایچ این فاولر 1925ء -108

Electra A.S.Way — Euripides -109

Seneca Thyestes II — مترجم ایف سے طر -110

Brasseur, Manuscrit Troano — ء1869 -111

E.B.Taylor, Primitvie Culture — ء1929 -112

C.P.Olivier, Meteors — ء1925 -113

H.C. Warren, Budhism In Translations — ء1896 -114

H.B.Alexander, Latin American Mythology — ء1920 -115

Bollenrucher — Gabete and Hymnen on Nergal -116

J.A Macculloch — Eddic Mytholgy ء1930 -117

Roscher — Nektar and Ambrosia ء1883 -118

G.J Miller — Metamorphoses ء1916 -119

Theogony — ہسیڈ انگریزی ایولن وائٹ 1914ء -120

انگریزی ایولن وائٹ 1914ء

-121 بک آف نالج لنڈن طبع اول

Stowell — کولمبیا کنگ ڈسک انسائیکلوپیڈیا کولمبیا -122

لائیڈن 1913ء — شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام لائیڈن۔ 1913ء -123